

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ يُغَيِّرُ وَأَمَّا بِنَفْسِهِمْ

مَذْكُورٌ فِي الْقُرْآنِ

مسی

مجلس عالی

Checked
1987

CHECKED 1996



مجلس عالی
مجلس عالی
مجلس عالی

۱۸۷۹

مجلس عالی
مجلس عالی
مجلس عالی

۱۹۱۳ ۱۹۴۴ ۱۹۶۶ ۱۹۸۷

دیباچہ

بزم شعرا میں شعر خوانی چھوڑی

بل کی چین میں ہنس نہ بانی چھوڑی

ہم نے بھی تری رام کہانی چھوڑی

نب سے دل زندہ تو نے ہکڑ چھوڑا

بچپن کا زمانہ جو کہ حقیقت میں دنیا کی بادشاہت کا زمانہ ہے ایک
بے دلچسپ اور پرفضا میدان میں گزرا جو کلفت کے گرد و غبار سے بالکل
ل، نہ وہاں ریت کے ٹیلے تھے، نہ خار و ارجھاڑیاں تھیں، نہ آندھیلوں کی
لوفان تھے، نہ بادِ سموم کی لپٹ تھی۔ جب اس میدان سے کھیلنے کو دتے آگے
آئے تو ایک اور صحرا اس سے بھی زیادہ دلفریب نظر آیا جس کے دیکھتے ہی
مزاروں و لوے اور لاکھوں انگلیں خود بخود دل میں پیدا ہو گئیں مگر یہ صحرا
اس قدر نشاط انگیز تھا اسی قدر وحشت خیز تھا۔ اس کی سرسبز جھیلوں میں
بولنگ و زندے چھپے ہوئے تھے اور اس کے خوشنما پودوں پر سانپ و بچھو
پٹے ہوئے تھے جو نہی اس کی حد میں قدم رکھا ہر گوشہ سے شیر و پلنگ اور
دگر ذم نمل آئے۔ بالغ جوانی کی بہار اگر چہ قابل دید تھی مگر دنیا کے محرمات
سے دم لینے کی فرصت نہ ملی نہ خود آرائی کا خیال آیا نہ عشق و جوانی کی ہوا لگی نہ
بل کی لذت آٹھالی نہ خواق کا مزہ بچھا

پہنہاں تھا دادم سخت قریب کی شیان کے | اڑنے نہ پائے تھے کہ گزرقار ہم ہوئے

ایک شاعری کی بدولت چند روز بھوٹا عاشق بننا پڑا۔ ایک خیالی معشوق کی چاہ
میں برسوں دشت جنوں کی وہ خاک اڑائی کہ قیس و فرہاد کو گرد کر دیا کبھی نالہ
نینم ششی سے رنج مسکوں کو ہلاؤ الا کبھی چشم دریا بار سے تمام عالم کو ڈوبو دیا۔ آہ و
فغاں کے شور سے کروبیوں کے کان بہرے ہو گئے شکایتوں کی بوچھاڑ سے
زمانہ چیخ اٹھا۔ طعنوں کی بھرمار سے آسمان چھلنی ہو گیا۔ جب رشک کا ظلام ہوا
تو ساری خدائی کو قریب سمجھا یہاں تک کہ آپ اپنے سے بدگمان ہو گئے جسے تن کا
دریا اڑا تو کشمکش دل سے جذب تقناطیسی اور قوت کہربائی کا کام لیا۔ بار بار
تیج ابرو سے شہید ہوئے اور بار بار ایک ٹھوکر سے جی اٹھے۔ گویا زندگی ایک
سیرا ہن تھا کہ جب چاہا اتار دیا اور جب چاہا پہن لیا۔ میدان قیامت میں
اکثر گز رہوا بہشت و دوزخ کی بار ہا سیر کی۔ بادہ نوشی پر بے توغم کے خم
لٹکھانے اور پھر بھی سیر نہوئے کبھی خانہ خمار کی چوکھٹ پر جبہ سانی کی کبھی
سے فروش کے در پر گدائی کی۔ کفر سے مانوس رہے ایمان سے بیزار رہے۔
سیر مغل کے ہاتھ پر برحیت کی۔ برہمنوں کے چیلے بنے۔ بت پوجے۔ زنا ربا نہا
تشنہ لگایا زاہدوں پر پھبتیاں کہیں واعظوں کا خاکہ اڑایا ویرا ورتن خانہ کی
تظہیم کی کعبہ و مسجد کی توہین کی۔ خدا سے شوخیاں کہیں۔ نبیوں سے گستاخیاں
کہیں۔ چار سبھی کو ایک کھیل جانا۔ محسن یا دشمنی کو ایک تماشا سمجھا۔ غزل کہی تو پاک
مخدوم کی بولیاں بولیں قصیدہ لکھا تو بجاٹ اور بادخوانوں کے منہ پھیر دئے

ہر مشہد خاک میں اگر عظیم کے خواص تبتلے ہر چوب خشک میں عصا موسیٰ
 کے کرشمے دکھائے ہر فرد وقت کو ابرہیم خلیل سے جاملایا۔ ہر فرعون بے سامان
 کو قادر مطلق سے جا بھڑایا جس کے ملاح بنے اسے ایسا بانس پر چڑھایا کہ خود
 مدوح کو اپنی تعریف میں کچھ مزانہ آیا۔ غرض نامتہ اعمال ایسا سیاہ کیا کہ کہیں
 سفیدی باقی نہ چھوڑی۔

بیچو پریش گنیم روز حشر خرا بد بود	تمسکات گناہان خلق پارہ کف نہ
-----------------------------------	------------------------------

بیس برس کی عمر سے چالیسویں سال تک تیلی کے بیل کی طرح اُسی ایک
 چکر میں پھرتے رہے اور اپنے نزدیک سارا جہان طے کر چکے جب آنکھیں کھلیں
 معلوم ہوا کہ جہاں سے چلے تھے اب تک وہیں ہیں۔

شکست رنگ شباب ہنوز رعنائی	دراں دیار کہ زادی ہنوز آنجانی
---------------------------	-------------------------------

نگاہ اٹھا کر دیکھا تو دائیں بائیں آگے پیچھے ایک میدان وسیع نظر آیا جس میں
 بیشمار راہیں چاروں طرف کھلی ہوئی تھیں اور خیال کیلئے کہیں عرصہ تنگ
 نہ تھا جی میں آیا کہ قدم آگے بڑھائیں اور اس میدان کی سیر کریں مگر قدم نہیں
 برس تک ایک چال سے دوسری چال نہ چلے ہوں اور جن کی ڈرل ڈنگرز زمین
 میں محدود رہی ہو ان سے اس وسیع میدان میں کام لینا آسان نہ تھا اس کے
 سوا بیس برس کی سیرکار و رنگینی گردش میں ہاتھ پاؤں چور ہو گئے تھے اور طاقت
 رفتار جواب دہی کی تھی لیکن پاؤں میں چکر تھا اس لئے سچلا میٹھا بھی دشوار تھا
 چند روز اسی تردد میں یہ حال رہا کہ ایک قدم آگے پڑتا تھا دوسرا پیچھے ہٹتا تھا۔

ناگاہ دیکھا کہ ایک خدا کا بندہ جو اس میدان کا مرد ہے ایک دشوار گزار راستے میں رہ نورد ہے بہت سے لوگ جو اُس کے ساتھ چلے تھے تھک کر پیچھو رہ گئے ہیں بہت سے ابھی اس کے ساتھ افتان و خیزاں چلے جاتے ہیں مگر ہونٹوں پر پٹریاں جمی ہیں پیروں میں چھالے پڑے ہیں دم چڑھ رہا ہے چہرے پر ہلایاں اُڑ رہی ہیں لیکن وہ اولو العزم آدمی جو ان سب کا رہنما ہے اُسی طرح تازہ دم و نہ اُسے رستے کی تسکین ہے نہ ساتھیوں کے چھوٹ جانے کی پروا ہے نہ منزل کی دوری سے کچھ ہراس ہے اُس کی چیتوں میں غضب کا جادو بھرا ہے کہ جس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے وہ آنکھیں بند کر کے اُس کے ساتھ ہولیتا ہے اُسی ایک نگاہ ادھر بھی پڑی اور اپنا کام کر گئی بیس برس کے تھکے ہارے خستہ و کوفتہ اُسی دشوار گزار رستہ پر پڑے۔ نہ یہ خبر ہے کہ کہاں جاتے ہیں نہ یہ معلوم ہے کہ کیوں جاتے ہیں نہ طلب صادق ہے نہ قدم راسخ ہے نہ عزم ہو نہ استقلال ہے نہ صدق ہے نہ اخلاص ہے گرا ایک زبردست ہاتھ ہے کہ کھینچے لے چلا جاتا ہے

۵۵

آن دل کہ دم نمودے از خویر و جواہاں	دیرینہ سال سپری بردش بیک نگاہے
------------------------------------	--------------------------------

زمانے کا نیا ٹھاٹھ دیکھ کر پرانی شاعری سے جی سیر ہو گیا تھا اور جھوٹے ڈھکوسلی باندھنے سے شرم آنے لگی تھی نہ یاروں کی ابھاروں سے دل بڑھتا تھا نہ ساتھیوں کی ریس سے کچھ جوش آتا تھا مگر یہ ایک ایسے ناشور کا منہ بند کرنا تھا

۱۵ یعنی ڈاکٹر سید احمد خان (دغیر)

جو کسی نہ کسی راہ سے تلویش کئے بغیر نہیں رہ سکتا اس لئے سحرات و رونی جن کے
 رکنے سے دم گھٹا جاتا تھا دل و دماغ میں تلاطم کر رہے تھے اور کوئی رخنہ ڈھونڈ
 تھے قوم کے ایک سچے خیر خواہ نے (جو اپنی قوم کے سوا تمام ملک میں ہی نام سے
 پکارا جاتا ہے اور بس طرح خود اپنے پر زور ہاتھ اور قوی بازو سے بھائیوں کی
 خدمت کر رہا ہے ہی طرح ہر پانچ اور نیکے کو اسی کام میں لگانا چاہتا ہے) آ کر ملتا
 کی اور غیرت و لالی کہ نہ حیوان ناطق ہونے کا دعویٰ کرنا اور خدا کی دی ہوئی
 زبان سے کچھ کام نہ لینا بڑی شرم کی بات ہے

درجہ دی لاوت انسانی مزین

روچو انسان لب کینیاں در دہن

قوم کی حالت تمامہ عزیز ذلیل ہو گئے ہیں شریف خاک میں مل گئے ہیں
 علم کا خاتمہ ہو چکا ہے دین کا صرف نام باقی ہے افلاس کی گھر گھر پکار ہے پیٹ
 کی چاروں طرف دوہائی ہے اخلاق بالکل بگڑ گئے ہیں اور بگڑتے جاتے ہیں
 تعصب کی گھنور گھٹا تمام قوم پر چھائی ہوئی ہے رسم و رواج کی بیڑی ایک ایک
 کے پاؤں میں پڑی ہے جہالت اور تقلید سب کی گردن پر سوار ہے امراء جو
 قوم کو بہت کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں غافل اور بے پردہ ہیں علما جن کو قوم کی
 صلاح میں حیت بڑا دخل ہے زمانہ کی ضرورتوں اور مصاحتوں سے ناواقف
 ہیں ایسے وقت میں جس سے جو کچھ بنائے سو بہتر ہے ورنہ ہم سب ایک ہی
 ناؤ میں سوار ہیں اور ساری ناؤ کی سلامتی میں ہماری سلامتی ہے ہر چند لوگ
 بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور لکھ رہے ہیں مگر نظم جو کہ انسان کو بالطبع مرغوب ہے

اور خاص کر عرب کا ترکہ اور مسلمانوں کا موروثی حصہ ہے قوم کے بیدار کرنے کیلئے
اب تک کسی نے نہیں لکھی اگرچہ ظاہر ہے کہ اور تدبیروں سے کیا ہوا جو اس تدبیر
سے ہو گا مگر ایسی تنگ حالتوں میں انسان کے دل پر ہمیشہ دو طرح کے خیال
گزرتے رہے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم کچھ نہیں ک سکتے۔ دوسرے یہ کہ ہم کچھ کرنا چاہتے
پہلے خیال کا نتیجہ ہمیشہ یہ ہوا کہ کچھ ہوا اور دوسرے خیال سے دنیا میں بڑے
بڑے عجائبات ظاہر ہوئے

فریض ست منشیہ ان کثائنات میں دنیا | برنگ انہ از قہر فل سے روید کلید انجیا

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا أَمْتًا وَيُنْشِئُ مِنْ تَحْتِهَا نَاقَاتٍ مَکَّةٍ اس حکم کی
سجا آوری مشکل تھی اور اس خدمت کا بوجھ اٹھانا دشوار تھا مگر ناصح کی جادو بھری
تقریر دل میں گھر گئی دل ہی سے نکلی تھی دل ہی میں جا کر ٹھہری برسوں کی بھی ہوئی
طبیعت میں ایک ولولہ پیدا ہوا۔ اور باسی کھسی میں ایک آبال آیا۔ اندر دل
اور بوسیدہ دماغ جو امراض کے متواتر حملوں سے کسی کام کے نہ رہے تھے ابھی
کام لینا شروع کیا اور ایک مسند کی بنیاد ڈالی۔ دنیا کے کمزوریات و فرصت
بہت کم ملی اور بیماریوں کے هجوم سے اطمینان کبھی نصیب نہ ہوا مگر ہر حال میں
دوسرے لگی رہی۔ بارے الحمد للہ کہ بہت سی وقتوں کے بعد ایک ٹوٹی پھوٹی نظم
اس عاجز بندہ کی بساط کے موافق تیار ہو گئی اور ناصح مشتق سے شرمندہ ہونا نہ
پڑا۔ صرف ایک امید کے سہارے پر یہ راہ دور دراز طے کی گئی ہے ورنہ

۱۵۰ اور وہ ایسا خطا ہے کہ جب لوگ ناامید ہو جاتے ہیں تو وہ میخہ برساتا ہے اور اپنی رحمت
پھیلاتا ہے *

منزل کا نشان نہ اب تک ملا ہے نہ آئندہ ملنے کی توقع ہے۔

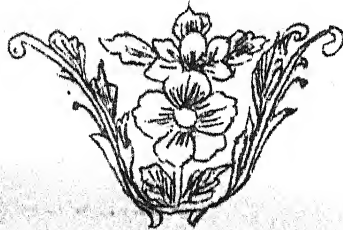
خیرم نیست کہ منزل لگہ مقصود کجاست | اینقدر است کہ بانگِ بحر سے می آید

اس مسدس کے آغاز میں پانچ سات بند تہمید کے لکھکر اقل عرب کی اس حالت کا خاکہ کھینچا ہے جو ظہورِ اسلام سے پہلے تھی اور جس کا نام اسلام کی زبان میں جاہلیت رکھا گیا پھر کوب سلام کا طلوع ہونا اور نبی امی کی تعلیم سے اس ریگستان کا دفعتاً سرسبز و شاداب ہو جانا اور اس بر رحمت کا اُمت کی کھیتی کو رحلت کے وقت ہر ابھر چھوڑ جانا اور مسلمانوں کا دینی و دنیوی ترقیات میں تمام عالم پر سبقت لیجانا بیان کیا ہے اس کے بعد اُن کے تنزل کا حال لکھا ہے اور قوم کے لئے اپنے بے ہنر ہاتھوں سے ایک آئینہ خانہ بنا یا ہے جس میں اگر وہ اپنے خط و خال دیکھ سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ ہم کون تھے اور کیا ہو گئے۔ اگر چاس جانکاہ نظم میں جس کی وشواریاں لکھنے والے کا دل اور دماغ ہی خوب جانتا ہے) بیان کا حق مجھ سے نہ ادا ہوا ہے نہ ہو سکتا تھا۔ مگر شک ہے کہ جس قدر ہو گیا اتنی بھی امید نہ تھی۔ ہمارے ملک کو اہل مذاق ظاہر اس روکھی پھکی سیدی سادی نظم کو پسند نہ کریں گے کیونکہ اس میں یا تاریخی واقعات ہیں یا چند آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ ہے یا جو آج کل قوم کی حالت ہے اُس کا صحیح صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے نہ کہیں ناز خیالی ہے نہ رنگیں بیانی ہے نہ مبالغہ کی چاٹ ہے نہ تکلف کی چاشنی ہے۔ غرض کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے اہل وطن کے کان مانوس اور مذاق آشنا ہوں۔ اور

کوئی کرشمہ ایسا نہیں ہے کہ لا علیٰ رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی
 قلب بشر گویا اہل دہلی و لکھنؤ کی دعوت میں ایک ایسا دسترخوان چُنا گیا ہے
 جس میں آبائی کچھڑی اور بے مرج سالن کے سوا کچھ نہیں مگر اس نظم کی ترتیب
 مزے لینے اور واہ واہ سُنانے کے لئے نہیں کی گئی بلکہ عزیزوں اور دوستوں
 کو غیرت اور شرم دلانے کے لئے کی گئی ہے اگر دیکھیں اور پڑھیں اور
 سمجھیں تو اُن کا احسان ہے ورنہ کچھ شکایت نہیں ہے

حافظ و لطیفہ تو دعا گفت بہت دُسر

در بند آں مباحث کہ نشید یا شنید



نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی بشر کے دل میں گزرا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

كَلِمَتَانِ غَرِيبَتَانِ فَاحْتَمِلُوهُمَا

دو باتیں نادر ہیں انہیں گوارا کرو

كَلِمَةٌ حَكِيمٌ مِّنْ سَفِيهِ فَاَقْبِلُوهَا

(۱) دانائی کی بات جو نادان کہے اُسے قبول کرو

وَكَلِمَةٌ سَفِيٌّ مِّنْ حَكِيمٍ فَاُغْفِرُوهَا

(۲) اور نادانی کی بات جو دانا کہے اُسے بخش دو

Checked
1987

رباعی

اسلام کا اگر گریہ نہ بھڑنا دیکھے

دیر کا ہمارے جو اترنا دیکھے

پستی کا کوئی حد نہ گزرنایکھی

ماننے نہ کبھی کہ مری ہو ہرگز بعد

۱۔ ابھرنے پستی سے نکلنا۔ ڈوب کر اچھلنا۔ بیماری سے افاقہ پانا۔

مذہب جزائے صلا

مسکس

کسی نے یہ بقر اظ سے جاکے پوچھا	مرض تیرے نزدیک مہلک میں کیا کیا
کہا وہ دیکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا	کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں	کہے جو طبیب اس کو بڑیاں سمجھیں
سبب یا علامت گراں کو سمجھائیں	تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں
دوا اور پرہیز سے چپ چڑائیں	یوں ہی رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں
طبیوس ہرگز نہ مانتوں ہوں وہ	یہاں تک کہ جینے سے یابوں ہوں وہ
یہ بھی حال دنیا میں اس قوم کا ہے	بھنپیں جہاد آکے جس کا گرا ہے
کنارا ہے دور اور طوفاں بپا ہے	گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈو قلا ہے
انہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی	پڑے سوتے ہیں بخیر اہل کشتی
۱۵ یہ شخص قدیم دار الخلافہ شام یعنی شہر حمص میں سکندر سے تقریباً سو برس پہلے گزرا ہے علی طبیب سے پہلے ہی کی کتابیں ترجمہ ہوئیں۔	
۱۶ ذیابیطہ اور بے سرو پا باتیں۔	
۱۷ طب کی اصطلاح میں سبب وہ چیز ہے جس سے مرض پیدا ہوا اور علامت وہ ہے جس سے مرض پہچانا جائے +	

مسکس کی موجودہ حالت

گنہگار پہ ادبار کی چھا رہی ہے
نحوست پس و پیش مسئلہ ہی ہر
خلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
چپ و رہت یہ صدا آ رہی ہے

کہ کل کون تھو ج کیا ہو گئے تم
ابھی جا گئے تھے ابھی سو گئے تم

پرائس قوم غافل کی غفلت ہی ہے
ملے خاک میں پر رعوت وہی ہے
تنزل پہ اپنے قناعت وہی ہے
ہوئی صبح اور خواب راحت وہی ہے

نہ افسوس نہیں اپنی ذلت پہ ہر کچھ
نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہر کچھ

بہائم کی اور انکی حالت ہے یکساں
نہ ذلت سے نفرت نہ عزت کا رماں
کہ جس حال میں ہیں اسی میں ہیں میاں
نہ دوزخ سے ترساں نہ جنت کے خواہاں

لیا عقل و دین سے نہ کچھ کام انہوں نے
کیا دین برحق کو بدنام انہوں نے

وہ دین جس نے اعدا کو انواں بنایا
دردنوں کو غمخوار دوراں بنایا
وحوش اور بہائم کو انساں بنایا
گڈریوں کو عالم کا سلطان بنایا

وہ خطر جو تھا ایک صوروں کا گلہ
گراں کر دیا اُس کا عالم سے پہلے

عرب کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا
زماں سے پیوند جس کا بھدا تھا
جہاں سے الگ اک جزیرہ نکلا تھا
نہ کشورستاں تھا نہ کشور کشا تھا

تھن کا اُس پر پڑا تھا نہ سیا
ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا

۱۵۔ یہاں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ تَنْتُمْ اَعْدَاءُ قَالَتْ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ وَاعْتَصِمُوا
بِعَهْدِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ اَلَمْ تَكُنْ لَهُ سُلُوسًا مِّنْ لَّدُنْهُ عِذْرًا ۚ اَلَمْ تَكُنْ لَهُ سُلُوسًا مِّنْ لَّدُنْهُ عِذْرًا ۚ اَلَمْ تَكُنْ لَهُ سُلُوسًا مِّنْ لَّدُنْهُ عِذْرًا ۚ
۱۶۔ جزیرہ نما خشکی کے اُس قطعہ کو کہتے ہیں جس کے تین طرف پانی اور ایک طرف خشکی ہو۔
۱۷۔ تھن۔ شائستگی اور تہذیب کو کہتے ہیں انگریزی میں اس کا ترجمہ سولریشن ہے۔

نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور	کہ قابل ہی پیدا ہوں خود جس سے جوہر
نہ کچھ ایسے سامان تھے واں میتہر	کنول جس سے کھل جائیں ل کے سراسر
نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا نہ پانی	فقط آب باراں پہ تھی زندگانی
زمین سے نکلاخ اور ہوا آتش افشا	لوؤں کی لپٹ یاد مصر کے طوفان
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور سیا باں	کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیال
نہ لکھتوں میں غلہ نہ جنگل میں مہیتی	عرب اور نکل کائنات اسکی یتیمی
نہ واں مٹھی روشنی جلوہ گر تھی	نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
ہر ہی اپنی فطرت پہ طبع بشر تھی	خدا کی زمین بن تھی سرسبز تھی
پہاڑ اور صحرا میں ڈیرا تھا سب کا	نلے آسماں کے بستیہ تھا سب کا
کہیں آگ بجتی تھی واں بے محابا	کہیں تھا اکو اک پرستی کا چرچا
بہت تھے تثلیث پر دل سے شیدا	بہتوں کا عمل سولہو واجب تھا
کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی	طلس نمونیں کاہن کے تھا قید کوئی

۱۵ یعنی عرب میں سبزہ بلغ اور آب جاری وغیرہ میں سے کوئی چیز ایسی نہ تھی جس سے
قوائے انسانی میں شگفتگی پیدا ہو۔

۱۶ مصر کی ریشتی مصر کے علوم و فنون سے مراد ہے مصر کی ترقی ہند اور فارس کے سوا تمام دنیا پر مقدم ہے
۱۷ بے سیر پرندوں کے دات کو آرام کرنے کو کہتے ہیں مگر مجازاً انسان کے رہنے کو بھی کہتے ہیں خصوصاً
جبکہ وحشیوں کا ذکر ہو۔

۱۸ عرب میں زمانہ جاہلیت میں مختلف مذاہب کے لوگ تھے صابن کا فرقہ آگ اور ستاروں کی تعظیم کرتا تھا
تثلیث کے قائل تھے تریش جوں کو پوجتے تھے راہب عیسائیوں کے درویش تھے اور کاہن عصب کی عہدیں
دیتے تھے۔

۱۹ یہاں تک کہ ان کی زبان سے جیسے یہاں مٹی کا تار شاہ جانا جلوہ با شہیدہ۔

وہ دنیا میں گھر سب پہلا خدا کا ازل میں مشیت تھی جس کو تا کا	خلیل ایک شمار تھا جس بن کا کہ اس گھر لے گا چہشمہ خدا کا
وہ تیر تھ تھا اک بت پرستوں کا گویا	جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جو یا
قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا	کسی کا ہٹل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عرق پہ وہ ناکہ پر فردا تھا	اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا
انہاں ابر ظلمت میں تھا مہر انور	اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر
پہلے ان کے جتنے تھے سب شبیہ	ہر اک ٹوٹ اور مار میں تھا یگانہ
افسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ	نہ تھا کوئی قانون کا سا اثر یا نہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک	ورنہ ہر محل جنگل میں بلیا کی جگہ

۱۵ اس سے مراد خانہ کعبہ ہے جو کہ بنائے حضرت سلیمان ابنی بیت المقدس سے نو سو پچانوے برس پہلے اور جناب حج کی ولادت سے دو ہزار برس پہلے تعمیر ہو چکا تھا۔

۱۶ قبیلے قبیلے کے بت جدا جدا ہونے سے یہ مراد ہے کہ ہٹل، صفا، عزی، ناکہ، لالت، امنات، سان وغیرہ بہت سے بت تھے اور ہر ایک بت کسی خاص قبیلے سے تعلق رکھتا یعنی وہ قبیلہ خصوصیت کے ساتھ اپنی بت کی پرستش کرتا تھا۔

۱۷ اس جگہ مہر انور سے مراد جلوہ حق ہے۔

۱۸ فلاں سے مراد کہ مخضر کا پہاڑ ہے۔ اس مصرع میں اس بشابت کی طرف اشارہ ہے جو بخت آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت تو ریت اور جقوق نبی کی کتاب میں مسطور ہے تو ریت میں اس کے ترجمے کے الفاظ ہیں خدا سینا سے نکلا سایہ سے چمکا۔ اور فاران سے ظاہر ہوا کہ وہ سینا کو جناب ہونے سے اور کوہ سایہ کو جناب عیسیٰ سے اور کوہ قمان کو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت دی ہے۔

۱۹ مازیانہ کوڑہ مجازاً تعریک کہتے ہیں۔

نہ ملتے تھے ہرگز جواڑ بیٹھتے تھے	سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے	تو صد اقبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گرواں شرارا	تو اُس سے بھڑک اٹھتا تھا ملک سارا
وہ بکرا ورتیلے کی باہم لڑائی	صدی جمیل دھی اُنہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کردی تھی جسے صفائی	تھی اک آگ ہر سوعب میں لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک دولت کا تھا وہ	کر شہر اک انکی جہالت کا تھا وہ
اسی طرح اک اور غول ریز پیدا	عرب میں اقبیلے عرب احس ہے جسکا
رہا ایک مدت تک آپس میں برپا	بہا خون کا ہر طرف جس میں دریا
سبب اسکا کھلے یہ صہی لے	کہ گھوڑو وڑ میں چدین کی تھی گئی
کہیں مقام پوشی پر لانے پہ جھگڑا	کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لپ جو کہیں لے جانے پہ جھگڑا	کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہی روز ہوتی تھی نکران میں	یونہی چلتی رکتی تھی تلواران میں
<p>۱۵ بجرا ورتیلے کی لڑائی کا نام جاہلیت کے اشعار میں عربیوں سے ہے۔ بنیاد اس کی یہ تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کھیت میں چلا گیا کھیت والے عورت سے لے مارا۔ اونٹ والے نے عورت کی بچائی کا ٹٹل اسی بات پر ۵۴۴ ع سے ۵۴۵ ع تک برابر لڑائی رہی۔ اول یہ لڑائی بنی بجرا ورتیلے سے شروع ہوئی تھی مگر رفتہ رفتہ عرب کے تمام قبیلے اس میں شریک ہو گئے تھے اور ابتدا سے انتہا تک ستر ہزار آدمی مارے گئے۔</p> <p>۱۶ یونانی ۵۴۵ ع سے ۵۴۶ ع تک جاری رہی و اس ایک گھوڑا تھا گھوڑو وڑ میں وہ لگے بڑھا چاہتا تھا ایک شخص نے بڑھ کر اسے بدکا دیا۔ اسی بات پر ایسارن پڑا کہ قبیلے کے قبیلے کٹ رہے اس لڑائی میں</p> <p>۱۷ لافانہ بالکل اُسوقت ہوا جب بعض قبیلے اسلام لائے۔</p> <p>۱۸ ہمی سے زمانہ جاہلیت کے اکثر قصے منقول ہیں۔</p>	

تو خوفِ شہادت سے بے رحم مادر
کہیں نہ گاڑ آتی تھی اُسکو جا کر

جنے سانپ جیسے کوئی جلنے والی

شراب اُن کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
غرض ہر طرح اُن کی حالت بری تھی

کہ چھائی ہوئی ٹیکوں پر تھیں مایاں

بڑھا جانبِ بقیۃ ابرِ رحمت
چلے آتے تھے جسکی دیتے شہادت

دعاے خلیل اور نوید مسیحا

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
پھر دیکھتی جب تھی شوہر کے تینور

وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی

جو اُن کی دن رات کی دل لگی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی

بہت سہل گزری تھیں انکو صیال

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
اوا خاک بٹانے کی وہ ودیعت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

۱۷ کا تبین (کعبتین) عربوں کا ہی لہ کا دیکھا ہوا قمار ہے۔

۱۸ یعنی خدا کی غیرت کا دریا جوش میں آیا اور وہ اپنی مخلوق کو گمراہی اور ضلالت میں نہ دیکھ سکا
اور رحمت الہی جوش میں آئی اور وہ ودیعت پوری ہوئی جس کی شہادت انبیاء و صالحین
دیتے چلے آتے تھے۔

۱۹ یہ عرب کے ایک پہاڑ کا نام ہے جس کے نیچے جانبِ غرب شہر مکہ آباد ہے۔

۲۰ بطورِ اصل ایک مقام مکہ اور منی کے درمیان واقع ہے مگر اس نقطہ کا اطلاق عموماً ارض
مکہ پر کیا جاتا ہے اور لغت میں اُس زمین کو کہتے ہیں جس میں سنگِ نیر سے کُترتے ہوں۔

۲۱ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف اسی حضرت صلح کی والدہ ماجدہ کا نام ہے۔

۲۲ اِس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے دادا ابراہیمؑ کی دعا اور اپنی
بھائی عیسٰیؑ کی بشارت ہوں کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے جیسا کہ سورہ بقرہ کے رکوع ۵ میں ہے دعا کی تھی کہ
اے مگر دلوں میں ایک نبی اُنہیں میں سے بھیج۔ اور حضرت عیسٰیؑ نے جیسا کہ سورہ صف کے پہلے رکوع
میں اور تفسیر ابوحنبل کے پہلے باب میں کہا ہے کہ بشارت دی تھی کہ میرے بعد ایک نبی آوے گا جس کا نام قاضی
یعنی احمد ہوگا۔

بیش خاتم النبیین

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت
نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت

پہ چالیسویں سال لطف خدا سے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پائی والا
مصیبت میں غیروں کے کام آئی والا

فیروز کا بلحا ضعیفوں کا مدد کرنے

خطا کار سے درگزر کرنے والا

مفسد کا زیر و زبر کرنے والا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا

مس غام کو جس لئے کنڈن بنایا

عرب جبہ قرون سے تھا جہل چھپایا

رہا ڈرنہ بیڑے کو موج بلا کا

کہ طالع ہوا ماہِ مرجع سعادت
کہ تھا ایر میں ماہتاب رسالت

کیا چاند نے کھیت غار حرا سے

مراویں غریبوں کی برائے والا

وہ اپنے پرانے کا غم کھائے والا

یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

بد اندیش کے دل میں گھر کر نیوالا

قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

دراک نسخہ کی کیا ساتھ لایا

کھڑا رکھوٹا الگ کرو کھایا

پلٹ دی بس کائنات میں اس کی کایا

ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

۱۔ کہ حاکم سے تین میل ہے۔ جس میں ایک غار ہے جہاں اک حضرت مسلم قبل نبیٹ
ذکر و فکر کیا کرتے تھے۔

۲۔ یہاں قرآن مجید کی آیت وَصَاؤُ سَلَمٰتٍ اِلَّا دُخْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کی طرف اشارہ ہے۔

۳۔ بلحا یعنی جائے پناہ۔ مادی یعنی ٹھکانا۔ والی یعنی مالک۔ موالی یعنی والی۔

۴۔ یہ ستارہ ہے قرآن شریف کی طرف۔

۵۔ یعنی گرامی اور قلات خدایرستی سے تبدیل ہو گئی۔

۶۔ کایا کا لفظ اردو میں یعنی مابیت کے متعلیٰ ہوتا ہے۔

حادث
رسالت

پڑی کان میں ہاتھ تھی اک نکستی
طبیعت میں جو اسکے جوہر تھے اصلی

یہ غنا ثبت علم قفا و قدر میں

وہ فرعرب زیب محراب و شبر
گیا ایک دن حسب فرمان داور

یہ فرمایا سب کے لئے آل غالب

کہا سب کے قول آج تک کوئی تیرا
کہا اگر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا

کہ فوج گراں پشت کوہ صفایہ

کہا تیری ہر بات کیا ال لقیں ہی
کہا اگر مری بات یہ دلنشیں ہے

کہ سقا فلہ یاں سے ہے جانے والا

نہ کچھ قدر تھی اور نہ قیمت تھی جسکی
ہوئے سب مٹی میں مل کر وہ مٹی

کہ بنیایگی وہ طلا اک نظر میں

تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر
سوئے دشت اور چڑھکے کوہ صفا

سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب

کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا

پڑی ہے کہ ٹوٹے تمہیں گھات پا کر

کہ بچپن کی صاف ہو تو اور میں ہے
اوسن لو خلاف اسمیں صلا نہیں ہی

اور داس سے جو وقت ہی آئیو والا

۱ صفاء اور مردہ مکہ میں دو پہاڑیاں ہیں جنکے بیچ میں حایوں کو سات بار پہے در پہے دوڑنے کا حکم ہے حضرت ہماصل کی والدہ ماجدہ باجرہ پر جب یہاں سخت حالت گزری تھی تو وہ قلق اور اضطراب کی حالت میں اس مقام پر سرگشتہ و پریشان دوڑتی پھرتی تھیں ساسی بنا پر مسلمانوں کو یہاں دوڑنے کا حکم ہوا ہے۔

۲ قریش کے اکثر قبائل خصوصاً بنی ہاشم اور بنی امیہ غالب کی اولاد ہیں۔ غالب رسول خدا کے دادا کا نام ہے جو کہ عدنان سے گیارہ پشت نیچے ہیں۔

۳ آن حضرت علیہ السلام کو پسب ان کی نیکی پہچانی اور دیانت کے ابتدا ہی سے امین کا لقب حاصل ہو گیا تھا اور آپ کو بعثت سے پہلے سب لوگ محمد الامین کہہ چکے تھے۔

رسالت کی پہلی کیفیت

وہ بجلی کا کڑ کا تھا یا صوت ہادی
نئی اک لکھن جس کے دل میں لگا دی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے

سبق پھر شریعت کا اُن کو پڑھایا
زما نے کے بگڑے ہوں کو بنایا

لھلھ تھے نہ جورا زابتک جہاں پر

کسی کو ازل کا نہ تھا یا دہشت
زما نے میں تھا دور صفہا و بطلان

اچھوٹا تھا تو حید کا جام اب تک

نہ واقف تھے انسان قضا و جزا کو
لگائی تھی اک اک نے بواشوا سے

یہ سنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا

عرب کی زمیں جس نے ساری بلادی
اک دوا میں سوتی بستی جگادی

کہ گونج اٹھے دشت جبل نام حق پر

حقیقت کا گر اُن کو اک اک بتایا
بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا

وہ دکھلائے ایک پردہ اٹھا کر

بھلائے تھے بندوں کے مالک کے فرماں
مئے حق سے محرم نہ تھی بزم دوراں

خبر معرفت کا تھا منہ عام اب تک

نہ آگاہ تھے مُبدا و مُنتہا سے
پڑی تھے بہت دور بندے خدا سے

یہ راعی نے لکھنا کر جب پکارا

۱۰ لکھن کسی قسم کے لگاؤ یا تعلق کو کہتے ہیں۔

۱۱ مبداء اول اور ہوا و زمین اور جہاں بند آغاز سے بچا رہے پر وہی آواز بار بار سنائی دیتی ہے اسکو گونجنا کہتے ہیں

۱۲ آج کل بیان سے مراد اوست ہے جبکہ اشارہ قرآن مجید کی آیت میں ہے اَلَسْتُ بِدَعْوَتِكَ قَآءِ اٰیٰل۔

۱۳ یعنی فضائل و گمراہی کا دور دورہ تھا۔

۱۴ اچھوٹا اس کو کہتے ہیں جبکہ کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہو اور کسی نے استعمال نہ کیا ہو۔ پس یہ مقصود ہے کہ جس نوعیت کی اسلام نے تعلیم دی وہ ادیان سابقہ کے حقیقت میں نہیں آتی تھی۔

۱۵ یعنی کفار عرب قیامت کے روز تھے۔

۱۶ قونیہ کی اصطلاح میں ذات باری کے سوا جو کچھ ہے اُس کو اسوا کہتے ہیں۔ اور اس مصرع میں طنزاً مشرق مجازی سے مراد لکھی ہے۔

۱۷ راعی چرواہا۔ یوں کہنا کہو اے۔ اس لفظ کا اطلاق صوف آسمانی میں اکثر انبیاء علیہم السلام پر کیا گیا ہے۔

۱۸ لکھنا کرنا عرب تاک آواز سے بچا رہنے کو کہتے ہیں۔

تاریخ شریعت فضائل اہل علم

زبان اور دل کی شہادت کو لائق
اُسی کی ہے سرکارِ خدا کے لائق

بھوکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اُسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اُسی کی طلب میں مروجہ مروت

نہیں اُس کے آگے کیسے بڑائی

مرو مہرِ اونی سے مزدور ہیں واں
بہی اور صلیق مجبور ہیں واں

نہ پرواہے ابرار و احرار کی واں

کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
بڑھا کر بہت تم نہ جھک و گھٹانا

ہر سطح ہوں میں بھی ایک اسکا بندہ

کہ ہے ذاتِ واحدِ عبادت کے لائق
اُسی کے ہیں نواں اطاعت کے لائق

لگاؤ تو لو اُس سے اپنی لگاؤ

اُسی پر بھروسہ ہمیشہ کرو تم
اُسی کے غضب ڈرو گر ڈرو تم

میرا ہی شرکت سے اُس کی خدائی

خردا و سادراک ربخو رہیں واں
جہاندارِ مغلوب مقہور ہیں واں

نہ پرستش ہے رہبان و احبار کی واں

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
مری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا

سب انساں ہیں اں جس طرح نہ فکندہ

۱۴ توحید کی تعلیم جیسی روشن ہاں حضرت نے دی اس سے پہلے کسی نبی نے نہیں دی۔

۱۵ صدیق نہایت سچا انبیاء پر پہلے ایمان لائی والا اور اپنی تمام زندگی رہتباری میں بسر کر لیا۔

۱۶ رہبان عیسائیوں کے درویش۔ احماد یہودیوں کے علماء دین۔ ابراہیمک ہندو سے اور
جو سوائے خدا کے سب چیزوں سے آزاد اور بے تعلق ہوں۔

۱۷ یہ حدیث ذیل کا ترجمہ ہے لا تقربوا فی ما اعزت انفسہا بنو مریم فاما انا عبد فقہر و اعبد للہ

۱۸ یعنی امتِ مسیح کی طرح تم مجھ کو بڑھا کر الوہیت کے درجہ تک نہ پہنچانا کیونکہ اس سے دین کے مخالفوں کو طعن کا موقع ملتا ہے اور دین کی تحقیر ہوتی ہے۔ پس انبیاء کو ان کی حد سے بڑھانا
گویا ان کے رتبہ کو دنیا کی نظر میں گھٹا دینا ہے۔

بنانا نہ تربت کو میری صدمہ تم
نہیں بند ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
مجھے دی ہو حق نے بل اتنی بزرگی

اسی طرح دل ان کا اک اک سے توڑا
کہیں ماسوا کا علاقہ نہ چھوڑا
کبھی کو جو پھرتے تھے مالک سے بھاگی

پتا اصل مقصود کا پا گیا جب
محبت سے دل ان کا گر گیا جب
سکھاؤ معیشت کے آداب ان کو

جتائی انہیں وقت کی قدر و قیمت
کہا چھوڑ دینگے سب آخر رفاقت
نہ چھوڑیگا پر ساتھ ہرگز ہتھسارا

غیبت سے صحت علات سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے
فقیری سے پہلے غیبت سے دولت

نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
کہ یہ پیارگی میں برابر ہیں سب تم
کہ بندہ بھی ہوا سکا اور اپنی بھی

ہر اک قبلہ کج سے منہ ان کا موڑا
خداوند سے رشتہ بندوں کا جوڑا
وئے سر جھکا انکے مالک کے آگے

نشاں گنج و دولت کا ہاتھ آگیا جب
سماں اُنہ توجہ کا چھا گیا جب
پڑھائے تمدن کے سبب بیاں کو

دلوائی انہیں کام کی حرص و رغبت
ہوں فرزند ورنہ میں مال دولت
بھلائی میں جو وقت تنے گزارا

فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
جو کرنا ہو کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

۱۵ جیسا کہ قرآن فریفت میں ارشاد ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ لَّيْسَ بِي حَكِيمٌ
۱۶ یہ حدیث ذیل کی طرف اشارہ ہے یتیم المیت ثلثہ فی وجع اثنان ویتیمی مع واحد لایتم
اہلہ و مالہ و عملہ فی وجع اہلہ و مالہ و یتیمی عملہ -
۱۷ اس پر نہیں حدیث ذیل کا ترجمہ کیا گیا ہے اَعْلَنَ خَسَا قُلْ خَمْسٌ شَبَابُكَ قَبْلَ هَرَامِكَ وَصَحَابُكَ
قَبْلَ سَمْعِكَ وَغَنَّاكَ قَبْلَ فِقْرِكَ وَفِرَاغُكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتُكَ قَبْلَ مَوْتِكَ -

کہ ہیں دور رحمت کے سبیل ہل دنیا
ہے تعلیم کا یا سدا جن میں چسپا

انہیں پر ہواں جا کے رحمت الٰہی

کہا ہے یہ مسلمانوں کی علامت
شب روز پہنچا ہے ہیں انکو راحت

وہی ہر شجر کے لئے چاہتے ہیں

ہنود و دیو کی چوٹ جس کے جگر پر
پڑے غم کا سایہ نہ اُس بے اثر پر

خدا مہرباں ہو گا عرق بریں پر

کہ زندہ رہا اور مرا جو اسی پر
وہ ساختی ہمارا نہ ہم اُس کے یاد پر

کہ جو تنکو اندھا کرے اور بہر

یہ کہہ کر کیا علم پر اُن کو شیدا
مگر دھیان ہے جس کو ہر دم خدا کا

انہیں کیلئے یاں ہر نعمت خدا کی

سکھائی انہیں نفع انساں پر شفقت
کہ ہمایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت

وہ جو حق کو اپنے لئے چاہتے ہیں

خدا رحم کرتا نہیں اُس بشر پر
کسی کے گرفت گزار جائے سر پر

کہ وہ ہر بانی تم اہل زمین پر

ڈرایا نقیب کے اُن کو یہ کہہ کر
ہوا وہ ہماری جماعت سے باہر

انہیں حق سے کچھ ش محبت کو بہر

۱۵ اس بنیاد حدیث ذیل کی طرف اشارہ ہے۔ اَلَا اِنَّ الدِّينَ مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنَ مَا فِيْهَا
اَلَا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا دَا لَا ؕ اَوْ اَعَالُوْهُمۡ مَّا ظَنُّوْا

۱۶ یہ حدیث ذیل کی طرف اشارہ ہے احسن الی جادک تکن مو مناد احب للناس ما تحب
لنفسک تکن مسلما۔

۱۷ ابتداء چار مصرعوں میں حدیث ذیل کا ترجمہ ہے لَا یُحِمُّ اللّٰهُ مِنْ ذَلٰلٍ یُّرَحِّمُ النَّاسَ۔

۱۸ اس شعر میں حدیث ذیل کا ترجمہ ہے اِرْحَمِ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَرَحِمَکَ مَنْ فِی السَّمَاءِ

۱۹ اس بنیاد حدیث ذیل کی طرف اشارہ ہے لیس منادعا الی عصیۃ ولیس مناقات الی عصیۃ
ولیس مناقات علی عصیۃ حیک الشیء لیس ولیم

بجایا بُرائی سے اُن کو یہ کہہ کر
توزع کا ہے ذات میں جن کی جوہر

کر دو کراہل ورع کا جہاں تم

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی
خبر تاکہ لو اُس سے اپنی پرکرائی

طلب ہے دنیا کی گریاں یہ ریت

امیروں کو تنبیہ کی اس طرح پر
اگر اپنے طبقے میں ہوں سب بہتر

نہ کر رہے ہوں بے شورت کام ہرگز

تو مردوں سے آسودہ تر ہے وہ طبقہ
پیر جب اہل دنیا ہوں اشرار دنیا

نہیں اُس مانہ میں کچھ خیر و برکت

کر طاعت سے ترک محاصی ہے بہتر
تہو نگے کبھی عابد اُن کے برابر

نہ لو عابدوں کا کبھی نام واں تم

کہ بازو سے اپنے کر و تم کس لی
نہ کرنی پڑے تمکو در در گدائی

تو چکے گے واں ماہ کامل کی صحت

کہ کبھی تم میں جو اغنیا اور تواضع
بہی نوع کے ہوں مددگار و یاد

اٹھاتے نہ ہوں بیدھڑک گام ہرگز

زمانہ مبارک ملے جس کو ایسا
نہو عیش میں جن کو اوروں کی پروا

اقامت بہتر ہے اُس وقت طاعت

۵۷ یہ اس حدیث کا حاصل ہے کہ ذکر و جل عند رسول اللہ بیاذۃ و اجتہاد و ذکر
برعۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقدر بالورۃ یعنی الورع۔

۵۸ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں من طلب الدنیا خلا لا استغنا عن المسئۃ و
سعیاً علی اہلہم و تعظفا علی جادۃ لقی اللہ تعالیٰ یوم القیمۃ و حمدہ مثل
قمر لیلۃ البدر۔

۵۹ اس حدیث کا حاصل یہ ہے اذا کان امرکم خیارکم و اغنیاءکم سمعواکم
وامورکم شہرہ ی بینکم قطہرا لا دض خیرکم من یظنہا و اذا کان امرکم
شراکم و اغنیاءکم یجلاکم وامورکم الی ساءکم فلین لا دض خیرکم
من ظہرہا۔

دینے پھر دل اُن کے مکرو یا سے
بچایا انہیں کذب سے افترا سے

رہا قتل حق میں نہ کچھ باک اُن کو

کہیں حفظِ صحت کے آئیں سکھائے
مفاو اُن کو سوداگری کے سو جھانکے

نشاں راہ و منزل کا اک اک دکھایا

ہوئی ایسی عادت یہ تعلیم غالب
مناقب بدلے گئے سب مثالب

جسے راج رد کر چکے تھے وہ پھر

جب امت کو سب ملچکی حق کی نعمت
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت

تو اسلام کی وارث اُن کو چھوٹی

سبِ اِلام کے حکم بردار بندے
خدا اور نبی کے وفا دار بندے

رہ کفر و باطل سے بیزار ساری

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے
سرِ احکام دین پر چھکا دینے والے

ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے

بھرا اُن کے سینہ کو صدق و صفات
کیا سرِ خرد خلق سے اور خدا سے

یس اک شوب میں کمر دیا پاک اُنکو

سفر کے کہیں شوق اُن کو دلائے
اصول اُن کو فرماندہی کے بتائے

بنی نوع کا اُن کو رہسہ بنایا

کہ باطل کے شید ہو کر حق کو طالب
ہو کر روح سے ہرہ دران کو قالب

ہوا جا کے آخر کو قائم سر سے پر

ادا کر چکی فِرض اپنا رسالت
نبی نے کیا خلق سے قصدرِ حلت

کہ دنیا میں جسکی مثالیں ہیں تھوڑی

المسب لایمیں کے مد و کار بندے
یتیموں کے راندوں کے غنچہ اربندے

نشے میں مئے حق کو سرشار سارے

کہانت کی بنیاد دھادینے والے
خدا کے لئے گھر ٹھا دینے والے

فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

اگر اختلاف اُن میں باہم نہ گرتھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑتے نہیں شر تھا

یہ تھی موج پہلی اُس آ زادگی کی

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت

امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت

لگایا تھا مالی لئے اک بلغ ایسا -

خلیفہ تھے امت کے ایسے نگہبان

سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکساں

کثیر اور بانو تھیں آپس میں ایسی

رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ اُن کی

بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ اُن کی

جہاں کر دیا نرم نہ مانگئے وہ

کفایت جہاں چاہئے واں کفایت

چچی اور متلی دشمنی اور محبت

ٹھکراتی نہ جو جھک گئے اُس سے وہ بھی

ترقی کا جس دم خیال اُن کو آیا

ہر اک قوم پر تھا تسنن دل کا سایا

وہ نیشن جو ہیں آج گرد و بگڑتار

تو بالکل مدار اُس کا خلاص پر تھا
خلافت آشتی سے خوش آئندہ تر تھا

ہر اس سے ہو نیکو تھا باغ گیتی

نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت

فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت

نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پُرودا -

ہر نگہ کا جیسے نگہبان چوپاں

نہ تھا عبد و محرم میں تفاوت نمایاں

زمانہ میں مان جالی کہنیں سب جیسی

فقط حق پر تھی جس سے تھی لاگ اُن کی

شریعت کے قبضے میں تھی باگ اُن کی

جہاں کر دیا گرم گر مانگئے وہ

سخاوت جہاں چاہئے واں سخاوت

نہ بے وجہ اُلفت نہ بے وجہ نفرت

مر کا حق سے جوڑ گئے اُس سے وہ بھی

اک اندھیر تھا ریل مسکوں میں چھپایا

بلندی سے تھا جس نے سب کو گرایا

دُشمن کو میں پستی کے پہاں تھے سارے

۱۰۰ لیئے انگریزی قومیں - میٹن انگریزی میں تو کم کہتے ہیں

نہ اقبال یا ورتھا نصرانیوں کا
پریشاں تھا شیرازہ سانسٹیوں کا

چراغ اہل ایراں کا تھا ٹٹھا سا

کہ تھا گیان گن کا لدا یاں سے ڈیرا
کہ دل ربے کیش و کنش سے تھا پھیرا

نیز داں پرستی تھی یزدانیوں میں

گلوں پر چھری چل رہی تھی جفا کی
پڑی لٹ رہی تھی ودیعت خدا کی

تباہی میں تھا نوع انساں کا بیڑا

درندوں کی اور ان کی طینت تھی کھیل
بہت دور پہنچا تھا واں ظلم و ظفیاں

وہ تھے بھیڑے آدمی خوار ساری

نہ ہنگامہ تھا گرم عیشہ انیوں کا
پر اگندہ دفتر تھا یونانیوں کا

جہاز اہل لکھنؤ کا تھا ڈگمگسا

اندھ ہند میں ہر طرف تھا اندھیرا
اُدھر تھا عجم کو جہالت نے گھیرا

نہ جھگوان کا دھیان تھا گلیاں نہیں

ہوا ہر طرف موج زن تھی بلا کی
عقوبت کی حد تھی نہ پرشش خطا کی

زمین پر تھا ایرستہم کا دریڑا

وہ قومیں جو ہیں آج غمخوار انساں
جہاں عدل کو آج جاری ہیں قباں

بنے آج جو گلہ باں ہیں ہمارے

۱۷ عربیوں سے مراد یہ وہ ہیں ۱۷ ساسان پسر دارا کی اولاد میں جو بادشاہ ہوئے ہیں - وہ ساسانی کہلاتے ہیں ۱۷ روم آٹمی کا بڑا مشہور شہر ہے جو کہ دریائے طائیر کے بائیں کنارہ بچھو شام سے سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے - رومیوں کی شہنشاہی کے عہد میں یہی شہر دارالسلطنت تھا - جہاں کو روم کے ساتھ اور چراغ کو عبداللہ نار یعنی قدامے اہل فارس کیسا تھے جو ناسبت ہے ظاہر ہے -

۱۷ زاد وسطی میں جو کہ حضرت عیسیٰ سے لیکر ۱۷۵۰ء مسیحی تک رہا تقریباً آٹھ سو برس سے تہذیب یورپ میں تاریخی اور اندھیرا چھایا رہا - ظلم اور بد نظمیاں اور جہل اور ضلالت اور بے دینتی تمام قوموں پر غالب تھی - یہی حال ایشیا اور افریقہ میں تھا - اس وقت اسلام کی بدولت صف عرب نے پڑائی دنیا کے ہر ایک کھوٹ میں روشنی پھیلائی تھی -

نہنر کا جہاں گرم بازار ہے اب
جہاں ابر رحمت گہر بار ہے اب

تمدن کا پیدائش تھا و ان نشان تک

نہ رستہ ترقی کا اب تک کھلا تھا
وہ صحرا نہیں قطع کرنا پڑا تھا

جو ہنسی کان میں حق کی آواز آئی

گھٹا اک پہاڑوں سولجا کے اٹھی
کڑک اور دمک دور دور کی پہنچی

ہے اس سے محروم آبی نہ خشکی

کیا امتیاز لے جہاں میں آج بال
میتوں کو عرب اور عجم سے نکالا

زمانے میں پھیلانی تو حید مطلق

ہوا غلغلہ نیکیوں کا مدوں میں
ہوئی آتش افسردہ آتشکدوں میں

ہوا کعبہ آباد سب گھر آج بڑے

جہاں عقل و دانش کا بہار ہے اب
جہاں مہن برستا لگا ہے اب

سمندر کی آبی نہ تھی موج و ان تک

نہ زینہ بلندی کا کوئی لگا تھا
جہاں نقش پا تھا نہ شور و را تھا

لگا کرنے دل ان کا خود رہنمائی

پڑی چار سو یک بیک دھوم جسکی
جو ٹیکس پہ گرجی تو گنگا پہ بہی

ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

ہوا جس سے سلام کا بول بالا
ہر اک ڈوبتی ناؤ کو جاسنبھالا

لگی آئے گھر گھر سے آواز حق

پڑی کھلبلی کفر کی سرحدوں میں
لگی خاک سی اُڑنے سب عہدوں میں

جسے ایکجا ساری دنگل بچھڑ کر

۱۵۔ ازل یعنی سپین میں ٹیکس سے بڑی کوئی تدی نہیں ہے۔ اس کا طول تخمیناً ساڑھے پانچ سو میل ہے۔ اگر کوئی کی حدود سے نکلی ہے اور سپین میں سمندر سے جا کر ملی ہے
۱۶۔ اسی آن پڑھ کو کہتے ہیں۔ عرب میں چونکہ قدیم سے تعلیم و حکم کا رواج نہ تھا اس واسطے وہاں کے باشندوں کو اسی کہا گیا ہے۔

کیا کسب اخلاق روحانیوں نے
کہا بڑھکے لبتیک یزدانیوں نے

کوئی گھر نہ دنیا میں تار یک چھوڑا

خلائقوں کو پھر زندہ کر کے دکھایا
مزا علم و حکمت کا سب کو چکھایا

جگایا زمانے کو خواب گراں سے

ہر اک گھاٹ سے آؤ سیراب ہو کر
گرہ میں لیا باندھ حکم پمیر

جہاں پاؤ اپنا اُسے مال سمجھو

ہر اک کام میں سب سے بالا ہوئے وہ
سیاحت میں مشہور دنیا ہوئے وہ

ہر اک قوم نے اُن سے سیکھی تجارت

لئے علم و فن اُن سے نصرتیوں نے
ادب اُن سے سیکھا صفا بانیوں نے

ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا

ارسطو کے مردہ فنوں کو جلا لیا
ہر اک شہر و قریہ کو یوناں بنایا

کیا بر طرف پر دہ چشم جہاں سے

ہر اک میکہ سے بھرا جا کے ساغر
گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر

کہ حکمت کو اک گم شدہ لال سمجھو

ہر اک علم کے فن کے جو یا ہوئے وہ
خلافت میں بے قتل و کینا ہوئے وہ

ہر اک ملک میں اُن کی پھیلی عمارت

۱۵ روحانیوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو صرف روحانی تعلیم کو ضرور جانتے ہیں۔

۱۶ یزدانیوں سے مجوسی لوگ مراد ہیں۔

۱۷ ارسطو یونان کے نہایت مشہور حکیموں سے ہے۔ سکندر عظیم کا استاد اور اخلاطون کا شاگرد تھا۔ حضرت عیسیٰ سے تین سو بائیس برس پہلے تریبٹھ برس کی عمر میں ملا۔

۱۸ اخلاطون ایقنضر دار الخلافہ یونان کا رہنے والا سقراط کا شاگرد تھا۔ یہ بھی نہایت مشہور حکیم تھا کیا سی برس کی عمر میں حضرت عیسیٰ سے تین سو اڑتالیس برس پہلے ملا۔

۱۹ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ المحکمۃ فضالۃ المؤمن نخیث وجدہا
فہو حق بہا۔

کیا جا کے آباد ہر ملک ویراں
خطرناک تھے جو پہاڑ اور بیاباں

بہار اب جو دنیا میں کی ہوئی ہے

یہ تھوڑا سرٹکیں یہ راہیں مصفا

نشان جا بجائیل و فرسخ کے برپا

انہیں کو ہیں سب سے یہ چربے آثارے

سدا ان کو مرغوب سیر و سفر تھا

تمام ان کا چھانا ہوا کجسرو بر تھا

وہ گنتے تھے یکساں وطن اور سفر کو -

جہاں کو ہے یاد ان کی رفتار اب تک

ہیں سکھیلوں میں ان کے آثار اب تک

ہمالہ کو ہیں واقعات ان کے اذہر

ہیتا کئے سب کی راحت کے ساماں
انہیں کہ دیا رشک صحن گلستاں

یہ سب بودا نہیں کی لگائی ہوئی ہے

دو طرفہ برابر درختوں کا سایا

سیر راہ کنوئیں اور سرائیں مہیتا

اسی قافلہ کے نشان ہیں یہ سارے

ہر اک بر بخت میں ان کا گزر تھا

ہولناکیں ڈیرا تو بڑے میں گھر تھا

گھر اپنا بچتے تھے ہر دشت و درکو

کہ نقش قدم ہیں بخود ارباب تک

انہیں رو رہا ہے ملک ارباب تک

نشان ان کے باقی ہیں جبرالٹر پر

۱۷ شیر شاہ نے پانچ برس کی سلطنت میں ایک سرگ بنوائی جو چار مہینے کے رستہ میں پھیل ہوئی تھی۔ اس سرگ پر سات سات کوس کے فاصلے سے ایک پختہ سرائے بنوائی۔ لب سرگ جا بجیا کنوئیں اور مسجدیں بنوائیں۔ ہر مسجد میں امام اور موزن مقرر کیا۔ ہر سرائے میں مسلمان اور ہندو آدمی نوکر رکھے تاکہ سب کو آرام ملے۔ سرگ کے دونوں طرف درخت لگوائے۔ کوس کوس چھ بڑا ایک ایک مینارہ بنوایا جس سے رستہ کا اندازہ ہو۔

۱۸ تھے یعنی جتنے بڑا عظم اس وقت تک انسان کو معلوم تھے۔ ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ میں عرب کا گزر تھا

۱۹ تھے افریقہ میں جو ایک لکھا تین ہزار میل لمبے اس کے شمالی ملک کو بربر کہتے ہیں۔

۲۰ تھے ہندوستان کے مغربی ساحل پر جو ملک ہے اسے علیبار کہتے ہیں اور سیلان اور ملیبار میں اب تک عرب کی نسل موجود ہے

۲۱ تھے جبرالٹر کو عربیہ طاروق اور جبل الطارق کہتے ہیں ابو عبد الرحمن موسیٰ بن نصیر نے جب اپنے غلام طاروق کو اندلس کی طرف بھیجا تو وہ اول ہی جہاز پر پہنچا تھا گویا یہ جہاز فریج اندلس کا دروازہ تھا اسی لئے اس کے یہ دروازے نام رکھے گئے +

ہوں جس میں کئی عمارات محکم
بنائوں سے ہے ان کی مہمور عالم

لے گا جہاں جاؤ گے کھوج ان کا

جی جن رکھنڈ روں پہ آج کلائی
وہ معبد جہاں جلوہ گر تھی خدائی

نہیں کوئی ویرانہ پران ہو خالی

جہاں ان کے آثار باقی ہیں اکثر
یہ ہے بیتِ حمر کی گویا زباں پر

میں ہوں سن میں عرب کی نشانی

نہیں اس طبق پر کوئی بر غظم
عرب ہند مصر۔ آندس۔ شام۔ یمن

سر کوہ آدم سے تا کوہ بیضا

وہ سنگیں محل اور وہ ان کی صفائی
وہ مرقدہ گنبد تھے جن کے طلائی

زمانے نے گوئی رکت اٹھالی

ہوا اندیش ان سے گلزار یکسر
جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جا کر

کہ تھے آلِ عثمان کی میرے بانی

۱۵ اس طبق کا اشارہ زمین کے نصف کرۂ علیا کی طرف ہے جس میں ہم موجود ہیں۔

۱۶ ولیم گیلان کے پاس ایک پہاڑی ملک بحیرہ کیپین کے جنوب میں واقع ہے پہلے یہ دونوں
ملک ایران کی حدود میں شامل تھے اب روس کے ماتحت ہیں۔

۱۷ لٹکانیں جو سلسلہ پہاڑوں کا ہے۔ اُس میں سب سے اونچی چوٹی فلز آدم یا کوہ آدم
ہے۔

۱۸ کوہ بیضا اندلس میں ہے جس کو اہل یورپ سٹرا الیبدا کہتے ہیں۔ چونکہ اس کی چوٹی برف سے
سفید رہتی ہے اس لئے عرب اس کو فلز بیضا کہتے تھے اور اس کا قدیم نام سٹرا ہے۔

۱۹ اندلس یعنی اسپین میں سات سو برس تک عیسائی قوم مسلمانوں کی حکومت رہی۔
یہ عمارت شہر گرینڈا میں جس کو عرب غرناطہ کہتے تھے۔ اہل اسلام کی بڑی یادگار ہے

خلفائے بنی امیہ سے دوسرے خلیفہ کے عہد میں بنی امیہ کی اور اٹھارہویں خلیفہ کے عہد
میں اہل اسپین نے مسلمانوں سے یمن لی۔

۲۰ بنی امیہ اور بنی ہاشم سب عدنان کی اولاد ہیں اسی لئے خلفائے اُمیہ کو چونکہ بنی امیہ تھے
آلِ عدنان کہا گیا۔

ہو یا ہے غرناطہ سے شوکت انکی
بطلیوس کو یاد ہے عظمت انکی

انصیب انکا اشیانگیہ میں ہی سوتا

کوئی قرقطہ کے کھنڈر جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کر دیکھے

جلال انکا کھنڈر وہیں ہی یوں چمکتا

وہ بلدہ کہ فخر بلاد جہاں تھا
گرا جس میں عباسیوں کا نشان تھا

اڑالے گئی یاد پندار جسکو

عیاں ہے ہنسیہ سے قدرت انکی
شکستی ہے قاؤس سے حسرت انکی

شب روز ہے قرقطہ ان کو روتا

مساجد کے محراب و درجہ کے دیکھے
خلافت کو زیر روز برجل کے دیکھے

کہ سو خاک میں جیسے کندن دکھتا

نزد شک پر جس کا سکہ رواں تھا
عراق عرب جس کو رشک جہاں تھا

بہالے گئی سیل تار جسکو

خلافت بغداد

لہ غرناطہ (گرینڈا) آندلس میں نہایت خوش سواد اور خوش سہلو شہر ہے آندلس کا ایک صوبہ
جس میں غرناطہ ہے ہی نام ہے مشہور ہے ابوعلی عمرو بن محمد بنی امام بخاری صوبہ کا رہنے والا ہے لہ
بنسہ (دولس) آندلس کے شرق حصہ میں ایک نہایت عمدہ شہر ہے جسکا سواد باغوں اور بندوں سے
مالا مال ہے لہ بطلیوس (بدر) قرقطہ کے شمال مغرب میں چھ دن کے فاصلے پر بہت بڑا شہر ہے اس میں
مسول ابن عراق قش نے نہایت عالیشان عمارتیں بنوائی تھیں ابن خلاص نے اسکی یاد میں بہت مسرتناک
شعر کہے ہیں لہ قادمس انگریزی میں اس کو کیدس بولتے ہیں آندلس میں ایک چھوٹا سا جزیرہ بارہ میل
لمبا طویل رقاق (بل آف کیدس) کے متصل واقع ہے بشیہ رسول آندلس کے دارالامانتوں میں سے ہے
لہ قرقطہ (کارودا) آندلس کا نہایت نامی اور بہت بڑا شہر ہے اسکی تفصیل پھر کی ہے اس میں سولہ سو سول
اور نو سو حمام اور پچاس شفا خانے اور سی مدرسے تعلقا امیر کے عہد میں تھے ناصر مری نے اسکی
غریب میں ایک شہر بالا سے کوہ آباد کیا تھا جسکا نام نہرا تھا اور جس کا ذکر سید کی قرطبی نے اپنے تشریح میں کیا
لہ اس سے مراد بغداد ہے جو ۳۲۷ھ سے ۳۷۷ھ تک عباسیوں کا دارالخلافت رہا۔ یہ شہر عراق عرب میں
دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے غری کار کے آبادی کو کخ کہتے ہیں اور شرقی کو عسک ہمدی اور نہرا
عراق عرب وہ ملک ہے جسکے عرب میں بین جزیرہ (بایں دجلہ و فرات) اور شرقی میں بلاد کوہستان حتی علق عمیر
انکے مشہور شہر تھے کوفہ۔ بغداد۔ سلیمان۔ بابل۔ بہرہوان۔ واسطہ۔ بصرہ وغیرہ ہیں۔

تو وہاں ذرہ ذرہ یہ کرتا ہے جلاں
ہوایاں کی تھی زندگی بخش دوراں

ہوا زندہ پھر نام یونان ہیں سے

وہ اسرار بقراط و درس فلاطوں
پڑے تھے کسی قبر کہنہ میں مدفون

اسی بلغ رعنا سے بونکی پھوٹی

کہ ہو جیسے مجروح جو یائے مرہم
بُجھاتا تھا اگلی باراں نہ شبنم

چلے آتے تھے مصر یونان کے دفتر

مُنے گوش عبرت ہو کر جا کے انساں
کہ تھا جن دنوں مہر اسلام تاباں

بڑی خال بیتھن میں جاں ہیں سے

وہ لقمان و سقراط کے دُرِ مکنوں
ارسطو کی تعلیم شولن کے قانون

یہ ہیں آ کے تھر سکوت انکی ٹوٹی

یہ تھا علم پر واں تو جہ کا عالم
کسی طرح پیاس لگی ہوتی نہ تھی کم

حرم خلافت میں اونٹوں پہ لد کر

لہ یہ شہر قدیم سے یونان کا دار الحکومت ہے یونان کے بڑے بڑے حکیم اور متقن یہی شہر کے تھے
اسی واسطے عرب اس کو مدینہ الحکماء کہتے ہیں لہ خلقا نے عیا سید نے صرف یونان ہی نام زندہ
نہیں کیا بلکہ ان کے عہد میں رومی فارسی سنسکرت و سریانی وغیرہ کے بیشتر ترجمے عربی زبان میں
ہوئے۔ ابو جعفر منصور نے اپنی بھیج کر قیصر روم سے کتب حکیمہ کی کتابیں اور ترجمے منگوائے۔ تحریر قدیم
محبیطی اور کلیلہ دمنہ کا ترجمہ کرایا۔ رشید نے اکثر علوم میں بڑی بڑی کتابیں لکھوائیں ماموں نے
جزیرہ قبرس سے یونانی فلسفہ کی بہت سی کتابیں بھیجیائیں اور یورپ میں جہاں کہیں کتابوں
کا پتہ لگا وہاں سے طلب کیں لہ لقمان ایک نامی فصیح و بلیغ ہے جو حضرت عیسیٰ سے تقریباً
چھ سو برس پہلے یونان میں ہوا ہے اس کی کہانیاں جنکو عرب امثال لقمان کہتے ہیں یہیوں
زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہیں۔ یورپ کے مورخ کہتے ہیں کہ یہی کہانیاں ہیں جنہوں نے وحشیوں
کو شائستہ اور ظالموں کو رحمدل اور سرکشوں کو فرمانبردار بنایا ہے آخر مقام و لقی میں اسپر لاندہ ہی
کا الزام لگایا گیا اور یہاں پر سے بچے گرا کر مارا گیا لہ سقراط ایچھن کا رہنے والا نہایت مشہور حکیم
اور نوع انسان کا رہنما اور خیر خواہ تھا اس کے وعظ اور نصیحت کی تمام یونان میں وھوم تھی لوگوں
نے اس کے اقوال نہایت سنی و کوشش سے جمع کئے حضرت عیسیٰ سے چار سو برس پہلے اسکو رہ دیا گیا۔
اور یہی میں وفات پائی لہ سولن ایچھن کا رہنے والا تھا یہ اور لائی کرکس یونان کو مشہور متقن ہیں

یہ تھا ان کی کرنوں سے تاغرب و دشمن
کتب خانہ پیریں روم و لندن

وہ سوتے تھے بغداد کے مقبرہ میں

فراہم ہوئے جس میں مساجد و درواں
ہوئی جزو سے قدر کمال کی نمایاں

کہ عباسیوں کی سجھا وہ کدھر ہے

انہیں کی رصد گاہیں تھیں جادہ گستر

نہیں سے صد آبرو ہی ہے برابر

وہ اسلامیوں کے منجم کہاں ہیں

وہ تار سے جو تھے شرق میں جلوہ نگار
نوشقوں سے ہیں جن کے باتک مزین

پڑا غلغلہ جن کا کشوروں میں

وہ شہنشاہ کا اور کوفہ کا میدان
کہہ کی مساحت کے پھیلاؤ سا مان

زمانہ دیاں آج تک نوہ گرہ ہے

ستارے سے اُنڈلس تک سراسر

سوا دریا میں اور قاسمیں پر

کہ جنکی رصد کے یہ باقی نشان ہیں

۱۵۰ زمین جزیرہ (ما بین دجلہ و فرات) میں جو سرزمین دیار و بیچ کے نام سے مشہور ہے۔ سجاریہ
ایک شہر قدیم شہر ہے یہاں ایک بہت بڑا کف دست میدان ہے جسکو عرب برہہ کہتے ہیں ایک بار
میدان میں اور دوسری بار کوفہ کے میدان میں مامون بن رشید کے حکم سے ہندسہ لگایا گیا تھا
اور کفارض کے ایک درجہ دائرہ قطب کی پیمائش کی اور محیط کرکھو جو میں ہزار میل مشغول کیا موسیٰ بن ساگر
کے چار بیٹے ابو جعفر محمد احمد حسین جنکی کتاب جیل بن موسیٰ مشہور ہے اس کام پر بھیجے گئے تھے۔
۱۵۱ ستارے اور اُنڈلس کی رصد گاہوں کے کھنڈرات تک موجود ہیں۔

۱۵۲ مراغہ آذربائیجان میں مردان ابن محمد کا آباد کیا ہوا شہر ہے اس شہر کے باہر ایک بلندی
پر ہلاکو خان نے اپنے عہد میں خواجہ نصیر الدین طوسی وغیرہ سے ایک رصد گاہ بنوائی تھی۔

۱۵۳ قاسیون دمشق کے شمال میں ایک پہاڑ ہے مشہور ہے کہ قایل نے بائبل کو یہیں
نقل کیا تھا مامون رشید نے ۸۰۰ھ میں قاسیون اور بغداد میں خالد بن عبد الملک
وغیرہ سے رصد گاہیں بنوائی شروع کی تھیں ۲۱۰ھ میں جب وہ مر گیا تو وہ رصدیہ نام
چھوڑ دی گئیں۔ پھر شرف الدین و ابن عبد اللہ نے بغداد میں دیکن بن دستم کوئی وغیرہ
سے رصد بنوائی۔

مولانا ہیں جو آج تحقیق والے
جنہوں نے ہیں عالم کو دفتر کھنگالے

عرب ہی نے دل اُنکے جا کر اُٹھا

اندھیر تواریخ پر چھار ہاتھ
دراستے کے سورج پر بار بار ہاتھ

سیرہ چراغ اک عرب نے جلایا

گر وہ ایک جو یا تھا علم نبی کا
نہ چھوڑا کوئی رخ نہ کذب خفی کا

کے بیخ و بن کے وضع قانون

لغص کے ہیں جن کے آئیں نزلے
زمین کے طبق سربس چھان ڈالے

عرب ہی سے وہ بھرنے سیکھے طرکے

ستارہ روایت کا گہنہار ہاتھ
شہادت کا میدان دُھندلا ہاتھ

ہر اک قافلہ کا نشان جس سے پایا

لگایا پتہ جس نے ہر ہفت سری کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا

نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

۱۵ یعنی اہل یورپ جو آج علم تاریخ میں تمام عالم پر لائق ہیں۔ اور جنہوں نے علم
لسان اور علم حیولوحی اور مختلف قوموں کی قدیمی مذہبی کتابوں سے زمانہ قدیم کے حالات
استخراج کئے ہیں۔ اس فن میں ان کے اقرار کے موافق اُن کے استاد عرب ہی تھے۔
افسوس ہے کہ عرب کی تاریخی کتابیں مسلمانوں میں نہیں پائی جاتیں بلکہ انگلستان۔
جرمن۔ فرانس۔ اور روم کے کتب خانوں میں دفتر کے دفتر موجود ہیں۔ البور شد۔
حاجی خلفہ۔ ابن بطوطا۔ ابن خلدون۔ مسعودی۔ طبری۔ حمزہ۔ اصفہانی وغیرہ وغیرہ
ان میں سے ایک کی کتاب بھی ہم نے کہی نہیں دیکھی۔ مگر یہ سب بھانجے یورپ کے کتب خانوں
میں جا بجا موجود ہیں۔

۱۶ اس گروہ سے مراد محدثین اہل اسلام ہیں۔

۱۷ جس طرح محدثین کی اصطلاح میں کسی لادہ کو بیٹہ پر دیا بد حافظہ یا جھوٹا یا جعلی
وغیرہ ثابت کرتا ہے۔ اور تعمیل کسی مادی کو مقبول یا قوی الحافظ یا سچا یا
مستند علیہ وغیرہ پھرانا۔

اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
لیا اُس سے جا کر خبر اور اثر کو

دیا آذر کو خود مرزا اُس کا چکھکر

مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا

نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

گواہ اُن کی آزادگی کے ہیں یکسر
وہ تھے اس میں ہر قوم و ملت کے رہبر

بتائیں کہ لبرل بنی ہیں وہ کب سے

اسی دھن میں ساں کیا ہر سفر کو
شنا خازن علم دیں جس بستر کو

پھر آپ کو پرکھا کسوفی پہ رکھکر

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا

طاسم درع ہر مقدس کا توڑا

رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر
نہ تھا انکا احسان یہ اہل دیں پر

لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے

لے خبر اور اثر حدیث کی قسین ہیں۔

۱۰ مثالب و خبیان۔ مثالب عیوب۔ محدثین نے راویوں کے حالات بیان کر نہیں
الضاف اور آزادی کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ اگر پرہیزگاروں میں کوئی واقعی عیب
دیکھا اُسے ظاہر کر دیا۔ اور اگر فاسقوں میں کوئی خوبی پائی اُسے بھی اخفا نہیں کیا۔ یہ
طریقہ بھی اہل یورپ نے عرب ہی سے سیکھا۔

۱۱ رجال سے مراد علم رجال ہے جس میں عالموں اور حدیث کے راویوں کا حال
نہایت صحت سے لکھا گیا ہے اور اسانید سے مراد علم حدیث ہے جس میں تین حدیث کی سائنہ
ایک راوی کا نام ذکر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے لکھا ہے کہ ”علم رجال پر سلمان
جتنا فخر کریں بجا ہے“ نہ ایسی کوئی قوم گندی اور نہ ایسے جس نے مسلمانوں کی طرح بارہ سو
بیس تک علما کے حالات زندگی لکھے ہوں یہ کوپانچ لاکھ مشہور عالموں کا تذکرہ ان کی کتابوں
سے ملتا ہے۔

۱۲ لبرٹی انگریزی میں آزادی کو اور لبرل آزاد کو کہتے ہیں۔

بلاغت کے رستے تھے سبنا سپردہ

ادھر آتش پارسا بھی فسرہ

کھلی کی کھلی رنگی آنکھ سب کی

سستی بر محل۔ ان کی شیوہ بیانی

وہ خطیوں کی مانند دریا روانی

تو سمجھے کہ گویا ہم اترتے گونگے

نہ ڈھب یا وقتا شرح شادی غم کا

خزانہ تھا مدفون زباں اور تسلیم کا

زباں کھول دی سبکی لطف عرب نے

ہوئی بہرہ ورجس کی ہر قوم و ملت

مسلم تھی مغرب تک انکی حذاقت

وہ مغرب میں عطار مشک عیب تھا

فصاحت کو دفتر تھے سب کا و خوردہ

اُدھر دم کی شمع انتا بھی مردہ

ایکایک جج برق آسے چمکی عرب کی

عرب کی جو دیکھی وہ آتش زبانی

وہ اشتہار کی دل میں ریشہ دولانی

وہ جادو کے جملے وہ فقری فسوکی

سیلہ کیسکو نہ تھا مرج و دم کا

نہ انداز تلقین و وعظ و حکم کا

انہو انجیاں اُٹنے سیکھی ہیں سب نے

زمانہ میں پھیلی طبع انکی بدولت

نہ صرف ایک مشرق میں تھی انکی شہرت

سکرانہ میں جو ایک نامی مطب تھا

لے فصاحت بلاغت عرب کا ذاتی جوہر تھا معرکہ جنگ میں انکی تقریروں سے مباد زدوں کے دل ڈرتے

تھے اور مخالفوں کے جی چھوٹ جاتے تھے انہیں کی زبانیں تھیں جواڑائیوں میں تیر و سناں کا

کام دیتی تھیں۔ جان دیون پورٹ نے لکھا ہے کہ عرب کے علم ادب کے روم اور یونان کے

علم ادب میں از سر نو جان والی تھی اور نیٹل ٹرنیشن کیڈی کی پہلی تجویز میں اس بات کا اعتراف

کیا گیا ہے کہ مغرب ادب اور خصوصاً قصص و حکایات میں کوئی عرب سے بڑھ کر نہیں ہوا۔

اہل یورپ میں جواب اسپیکر کا دستور ہے جو کہ عام جلسوں قومی مجمعوں میں اور رائے دیگرہ کے

موقعوں پر کی جاتی ہے غالباً اندلس کے مسلمانوں سے ان کے ہاں پہنچی ہے۔

لے سلوونیس صوبہ اہلی کا مشہور شہر ہے وہاں مسلمانوں کا ایک نامی گرامی مدرسہ تھا جس میں طب کی

علمی و عملی تعلیم ہوتی تھی اور تمام یورپ سے لوگ طبیکھنے کو یہاں آتے تھے (رسالہ کوئٹس

حکیم گرامی حسین ابن سینا
ضیاء ابن بيطار راس الاطبا

انہیں سی ہوا پار مغرب کا کھنڈا

طبیعی - الہی - ریاضی و حکمت
سیاحت تجارت فلاحات عمارت

نشان نچو قدمو کی پاؤ گرواں تم

مگر اک جہاں ہے غزلخواں عرب کا
سپید وسیہ پر ہے احسان عرب کا

کنونڈ ٹھیڑیں گی ہمیشہ عرب کی

ابو بکر رازی - علی ابن عیسیٰ

حنین ابن اسحاق قیس دانا

انہیں کے ہیں شرق میں بنام لیوا

غرض فن ہیں جو مایہ دین و دولت
طب اور کیمیا ہندسہ اور ہدایت

لگاؤ گے کھوج ان کا جا کر جہاں تم

ہوا گو کہ پامال بستان عرب کا
ہرا کر گیا سب کو باراں عرب کا

وہ قومیں جو ہیں آج سترج سبکی

اس کی تصنیفات ۱۱۳ ضبط کی گئی ہیں جن میں سے اکثر طب میں اڈل رسے میں اور پھر لغز ادب میں
مدتوں علاج کیا اور آخر میں اندھا ہو گیا سترہ ہجری میں وفات پائی ۲۵۰ علی بن عیسیٰ کے چیمبر
ان ساکلو پیڈیا میں نہایت نامی اطباء اسلام میں سے شمار کیا ہے ۲۵۰ ابو علی حسین کا قانون
صد بار میں تک یورپ کے مدرسوں میں پڑھایا گیا ہے اس کی تصنیفات مختلف علوم میں چالیس کے
قریب شمار کی گئی ہیں جن میں سے کتاب حاصل و حصول کی ۲ - شفا کی ۱۸ - قانون کی ۱۴ - کتاب الانصاف
کی ۲۰ - لسان عرب کی ۱۰ - جلدیں نہایت ضخیم ہیں سترہ میں ۱۱۳ میں اٹھاون برس کی عمر میں مراد و پہلان
میں مدون ہوا ۲۵۰ حنین عبادان کا رہنے والا عیسائی مذہب بہت بڑا نامی طبی ہے چونکہ اس نے
خلفائے عباسیہ کو یہاں نشوونما پائی تھی اور متوکل کے عہد میں سر رشته ترجمہ کا افسر بھی تھا اور
اس کا وطن بھی عراق عرب تھا اس لئے حکمائے اسلام میں شمار کیا گیا ہے ۲۵۰ ضیاء الدین ابن بيطار
اندلسی علم نباتات میں بہت دلچسپ تھا۔ نباتات کی تحقیقات میں دور دور کے سفر کرے اور دیہ مفسودہ
کے بیان میں اکثر کتابوں کا ماخذ اس کی تصنیفات میں مصر کے تمام حکیم اس کو اپنا پیشوا جانتے تھے۔
۲۵۰ میں وفات پائی ۲۵۰ یورپ کے نامی مورخ اور دو گین - ہنری ٹولس - ڈاکٹر بلی - سید ٹو -
زائسی سکندر مہلیٹ وغیرہ وغیرہ اس بات کے معترف ہیں کہ ہمارے فضل و کمال کا سرچشمہ عرب تھا۔

رہے جب تک کہ ان اسلام پر پنا
رہا میل سے شہد صافی مصدقا

انہ تھا کوئی اسلام کا مرد میدان

پہ گد لا ہوا جب کہ چشمہ صفا کا
رہا سر پہ باقی نہ سایا ہما کا

کہ پہننے بگاڑا نہیں کوئی اہنگ

بڑے اپنے وقت آکے پڑنے لگے اب
بھرے اُن کے میلے بچھڑنے لگے اب

ہری کھیتیاں جل گئیں ہلہلہا کر

نہ ثروت رہی اُن کی قائم نہ عزت
ہوئے علم و فن اُن سے ایک ایک خست

رہا دین باقی نہ اسلام باقی

ملے کوئی ٹیلہ اگر ایسا اونچا
چڑھے اُس پہر اک خردمند دانا

تو قوموں میں فرق اس قدر پائے گا

۱۰ جیسا سورۃ رعد میں وارد ہے کہ :-

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا يَفْعُو حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ

”یعنی خدا تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ آپنی حالت نہیں بدلتی؟“

چلن اہل دیں کار ہا سیدھا سادھا
رہی کھوٹ سے سیم خالص مبرا

علم ایک شش جہت میں منشا

گیا چھوٹ سر رشتہ دین ہدا کا
وہ پورا ہوا عہد تھا جو خدا کا

وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جہنگ

وہ دنیا میں بسکرا اُجڑنے لگے اب
بنے تھے وہ جیسے بگڑنے لگے اب

گھٹا اٹھلکی سارے عالم میں چھا کر

گئے چھوڑا ساتھ اُن کا اقبال دولت
مٹیں خوبیاں ساری نوبت نبوت

اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

کہ آتی ہو واں سے نظر ساری دنیا
کہ قدر کے دگل کا دیکھے تماشا

کہ عالم کو زیر و زبر پائیگا وہ

مختار

مختار

وہ دیکھ گیا ہر سو ہزاروں چین وال
بہت اُن سے کمتر یہ سر سبز خنداں

انہیں لائے گو برگے بارائے پونے

پھر اک بلغ دیکھ گا اُجڑا سدھر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر

انہیں پھول پھل جھیل نیکے قابل

جہاں نہ سر کا کام کرتا ہے باراں
ترد سے جواور ہوتا ہے ویراں

یہ آواز پیہم وہاں آ رہی ہے

وہ دین حجازی کا بے باک بیڑا
مزا مہوا کوئی خطہ نہ جس کا

لئے پے پیر جس لئے ساتوں سمندر

اگر کان دھو کر سنیں اہل عبرت
زمین تو کھن پھول پھول ریت پریت

کہ کل فخر تھا جن سے اہل جہان کو

حکومت تے تے کیا اگر کتارا
زمانہ کی گردش سے ہے کس کو چارا

نہیں بادشاہی کچھ آخر خدائی

بہت تازہ تر صورت بلغ رضواں
بہت خشک اب بے طراوت مگر ہاں

نظر آتے ہیں ہو ہزار اُن کے پودوں

جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
سری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر

ہوڑ روکھ جس کے جلا نیکے قابل

جہاں آگے دیتا ہے روار نیساں
نہیں اس جیسو خزاں اور بہاراں

کہ اسلام کا بلغ ویراں یہی ہے

نشان جس کا قصائے عالم میں پہنچا
نہ عمال میں ٹھکانہ ظلم میں چھپکا

وہ ڈوباد ہائے میں گنگا کے آگر

تو سیلون سے تا بہ کشمیر و تبت
یہ فریاد سب کر رہے یہ حسرت

لگا اُن سے عیب آج بند و ستاں کو

تو اس میں نہ تھا کچھ تمھارا اجارا
کبھی یاں سکند کبھی یاں ہے دارا

جو ہے آج اپنی تو کل ہے پرانی

لے طبع عمان عرب اور بلوچستان کے درمیان ہے روڈ سی پونجرا محکمہ قائم کیے ہیں

ہوئی مقتضی جب کہ حکمت خدا کی
پڑی دھوم عالم میں دین ہر کی

کہ پھیلاؤ دنیا میں حکیم شریعت

ادا کر چکی جب حق اپنا حکومت
مگر حیف اے فخر آدم کی امت

حکومت تھی گویا کہ اک جھول تپہ

زمانہ میں ہیں ایسی قومیں بہت سی
پر آفت کہیں ایسی آئی نہ ہو گی

چکڑ اور شہباز سب اوج پر ہیں

وہ ملت کہ گردل پہ جس کا قدم تھا
وہ فرقہ جو آفاق میں محترم تھا

انشاں اُس کا باقی ہو صرف ہندو

وگر نہ ہماری رگوں میں لہو میں
دلوں میں زبانوں میں اور گفتگو میں

انہیں کوئی ذرہ نجات کا باقی

ہماری ہر اک بات میں سفلیں ہے
لگا نام آبا کو ہم سے کہن ہے

بزرگوں کی توقیر کھوئی ہو ہم سے

کہ تعلیم جاری ہو خیر الورا کی
تو عالم کی تم کو حکومت عطا کی

کہ و تم بند و نپہ مالک کی محبت

رہی اب اسلام کو اس کی حاجت
ہوئی آدمیت بھی ساتھ اسکے خصلت

کہ اڑتے ہی اسکے نکل آئے جو ہر

نہیں جن میں تخصیص فرماندہی کی
کہ گھر گھر یہ یاں چھا گئی آکے پستی

مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

ہر اک کھوٹ میں جس کا بر پا علم تھا
وہ امت لقب جس کا خیر الائم تھا

کہ گنتے ہیں بچہ کو ہم بھی مسلمان

ہم اے ارادوں میں اور جستجو میں
طبیعت میں فطرت میں عادت میں غم میں

اگر ہو کسی میں تو ہے اتفاقی

لکینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے
ہمارا قدم تنگ اہل وطن ہے

عرب کی شرافت ڈھلوی ہے ہم سے

نہ جیسے پادشہ بہبودی و غیرہ چکور سے محکوم اور شہباز سے محکوم قومیں مراد ہیں

نہ قوموں میں عزت نہ جلسوں میں وقعت مزا جوں میں شستی دماغ نہیں نخوت	نہ اپنوں سے آفت نہ غور سے نفرت خیالوں میں پستی کمالوں سے نفرت
عداوت ہنساں دوستی آشکارا	غرض کی تواضع غرض کی مدارا
نہ اہل حکومت کے ہمراز ہیں ہم نہ علموں میں شایان اعزاز ہیں ہم	نہ درباریوں میں سرفراز ہیں ہم نہ صنعت میں حرافت میں ممتاز ہیں ہم
نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں	نہ حقہ ہمارا ہے سوداگری میں
تنزل لے کی ہے بڑی گت ہماری	بہت دور پہنچی ہے بیکت ہماری
گئی گزری دنیا سے عزت ہماری	نہیں کچھ ابھرنے کی صورت ہماری
پڑے ہیں اک امید کے ہم سہماے	توقع پہ جنت کی جھٹی ہیں سارے
سیاحت کی گول ہے نہ مرو سفر ہیں	خدا کی خدائی سے ہم بے خبر ہیں
یہ دیواریں گھر کی جو پیش نظر ہیں	یہی اپنے نزدیک حد بصر ہیں
ہیں لابی میں مچھلیاں کچھ فراہم	وہی آنکھی دنیا وہی اُن کا عالم
بہشت اور ارم سلسبیل اور کوثر	پہاڑ اور جنگل جزیرے سمندر
اسی طرح کے اور بھی نام کشر	کتا بول میں پڑھتے رہے ہیں برابر
پر جتنک دیکھیں کہیں کس نقیہ پر	کہ یہ آسمان پر ہیں تائیں زمیں پر
وہ بے مول پونجی کہ ہے صل دولت	وہ شائستہ ملکوں کا گنج سعادت
وہ آسودہ قوموں کا راس البصاعت	وہ دولت کہ ہے وقت جس کی عبارت
نہیں اُس کی وقعت نظریں ہمای	یونہی مُفت جاتی ہے بڑو ساری

نظریں ہمای

خطا سے بچنے کے وقت

تو ہو گا کم و بیش بار اس کا دینا
کہ ایک ایک لمحہ ہوا انمول جس کا

بہت ہم سخی ہیں لٹا نہیں سکے

تو نکلیں گے نفاس ایسے بہت کم
یونہی گزرے جاتے ہیں نرات پیہم

کہ یہ سانس آخر ہے کب کی دم میں

کہ بھیڑوں کی ہر دم ہے رکھوال کرتا
تو وہ شیر کی طرح پھرتا ہے پھرا

کہ غافل نہیں فرض سی اپنے دم بھر

ذخیرے ہر اک جس کو بھر چکی ہیں
ہوئیں تب ہیں زندہ کہ جب چکی ہیں

بہت دور ابھی انکو جانا ہو گیا

کہہی سیر محنت سے ہوتے نہیں وہ
کوئی لمحہ بیکار کھوتے نہیں وہ

بہت بڑھکے اور بڑھے جاتی ہیں وہ

جمادات کی طرح بار زمیں ہیں
زمانہ سے کچھ ایسے خامرغ نشیں ہیں

وہ سب کر چکے ایک پاتی ہے مڑنا

اگر جیسے مانگے کوئی ایک پیسا
مگر ہاں وہ سرمایہ دین و دنیا

نہیں کرتے تخت اڑا نہیں سکے

اگر سانس نرات کی سب گئیں ہم
کہ ہوجن میں کل کیلئے کچھ فرام

نہیں کوئی گویا خبردار ہم میں

گڈرنے کا وہ حکم بردار کتا
جو ریوڑ میں ہوتا ہے پتے کا کھڑکا

گر انصاف کیجے تو ہے ہم سے بہتر

وہ قومیں جو سب ہیں طے کر چکی ہیں
ہر اک لمحہ بار اپنے سر دھ چکی ہیں

اسی طرح راہ طلب میں ہیں پویا

کسی وقت جی بھر کے سوتے نہیں وہ
بضاعت کو اپنی ڈھوتے نہیں وہ

نہ چلنے سے ٹھکتے نہ اکتاتے ہیں وہ

مگر ہم کہ اب تک جہاں تھے ہیں ہیں
ہیں دنیا میں ایسے کہ گویا نہیں ہیں

کہ گویا ضروری تھا جو کام کرنا

خود اقبال ہے آج اُن کا سلامی
زمانہ کے ساتھی ترقی کے حامی

نہ بیفکر ہیں قوم کی تقویت سے

بچ اُن کا ہے اور بیوہ اُن کا
ہے پیر و جوان برسر کار اُن کا

انہیں کے ہیں آفریں نہیں کے ہیں فقر

گرامی ہیں ہر ایک سرکار میں وہ
نہ بدنام گفتار و کردار میں وہ

نہ محنت مشقت و کچھ عار اُن کو

برائے کئے ہیں وہ بردباری
دماغ اُن کے ہیں کبر فخرت و عاری

نہ جلسہ نہیں اُن کے خدمت کیسی

پڑے زد تو بچکر نکل جاتے ہیں وہ
جہاں رنگ بدلا بدل جاتے ہیں وہ

زمانے کے تیور وہ پہچانتے ہیں

کہ یکساں ہے واں سب بلندی پستی
کہ ہے کون مردار کتیا ترقی

زمانے کو اپنے سے کم دیکھتے ہیں

یہاں اور ہیں جتنی قومیں گرامی
تجارت میں ممتاز دولت میں نامی

نہ فارغ ہیں اولاد کی تربیت سے

دکان اُنکی ہے اور بازار اُن کا
زمانہ میں پھیلا ہے بیوپار اُن کا

مدار اہل کاری کا ہے اب نہیں

معزز ہیں ہر ایک دربار میں وہ
نہ رسوا ہیں عادات و اطوار میں وہ

نہ پیشہ سے حرفہ سے انکار اُن کو

طبیعت میں اک اک کی ہے خاکسای
توضیح ہے سب کی رگ پے پیساری

نہ باتوں میں انکی حقارت کسی کی

جو گرتے ہیں گر کر سنبھل جاتے ہیں وہ
ہر اک سانچہ میں جا کے ڈھل جاتے ہیں وہ

ہر اک وقت کا مقصد پہچانتے ہیں

مگر ہے ہماری نظر اتنی اونچی
نہیں اب تک اصلاً بھر ہم کو اتنی

حد ہر کھو لکھ ہم دیکھتے ہیں

کہ ہے آشتی میں مری یاں گزارا
مجھے اُن کو کنیا پڑے گا کسٹارا

چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی

پھری ہے نظر دیر سے باغیاں کی
کوئی دم میں جلتے اب گلستا کی

صدیت کی ہوا نیوالی سحر اب

نہیں رہو یاں یہ دل جس سو قائم
مصلیٰ ہیں چُج جس نہ صائم

کہ ششم کی گویا نشانی یہی ہے

ابیں جھوٹ کی لو لگاتی ہے ہلکو
خوشامد کی گھٹیں بتاتی ہے ہلکو

تو کرتی ہے آخر کو دیوڑھ گر وہ

ہزار اونچ خوش ہیں تو دو دینوا ہیں
تو سو نیم سہل ہیں باقی گدا ہیں

تو سمجھیں کہ ہیں مبتدل کس قدر ہم

نہیں جانتے بسکہ روٹی کمانی
کہ تیکے بسر مانگ کر زندگانی

پہنچے ہیں اں مانگتے اور کھاتے

زمانہ کا دن رات ہے یہ اشارا
نہیں پیروی جن کو میری گوارا

سدا ایک ہی منہ نہیں ناؤ چلتی

چمن میں ہوا آچکی ہے خزاں کی
صدا اور ہے بلبل نغمہ خواں کی

تباہی کو خواب رہے ہیں نظر سب

فلاکت جسے کہتے اُمّ الجہرا اُمّ
بناتی ہے انسان کو جو بہائم

وہ لولہ لسلام یہ چھڑائی ہے

کہیں مکر کے گڑ سکھاتی ہے ہلکو
خیانت کی چالیں سبھاتی ہے ہلکو

فسول جب یہ پاتی نہیں کار گر وہ

یہاں جتنی قومیں ہمارے سوا ہیں
یہاں لاکھ میں دو اگر اغنیا ہیں

ڈرا کام غیرت کو فرمائیں گر ہم

بگاڑے ہیں گردش نے جو خاندانی
دلوں میں ہے یہ یک قلم سب ٹھانی

جہاں تھوڑے دانوں کا ہیں کھج پلے

کہیں باپ دادا کا ہیں نام لیتے
کہیں جھوٹے وعدہ دینے میں نام لیتے

بزرگوں کو نازاں ہیں جس نام پر وہ

یہ ہیں ڈھنگ اُن تازہ آفت دو گدا
ابھی ایک عالم ہے آگاہ جن سے

جنہیں دین پر دین سب جانیں

مگر مٹ چکا جنکا نام و نشاں ہے
فسانوں میں قصوں میں جگہ بیاں ہے

انہیں انکی قدر اور پریش کہیں اب

بہت آگ چلوں کی سلگائے والے
بہت در بدر مانگ کر کھائے والے

جو پوچھو کہ کس کان کے ہیں جو ہر

انہیں کو بزرگ ایک دن حکمران تھے
یہی مامرن عاجز و ناتواں تھے

یہی کرتے تھے ملک کی گلابانی

یہ اسے قوم اسلام عبرت کی جلی ہے
جسے سنئے فلاں میں مبتلا ہے

انہیں کوئی اُن میں کا نیکے قابل

کہیں روشناسی سے ہیں کام لیتے
یونہی سب کو دم دیکھے ہیں نام لیتے

اُسے بچتے پھرتے ہیں در بدر وہ

بہت کم زمانہ ہوا جن کو بگڑے
کہ ہیں کس کے بیٹے وہ اور کس کے پوتے

صلہ رشتہ جن کا پہچانتے ہیں

پُرانی ہوئی جن کی اب داستان ہے
بہت نسل رنگ انکی جہاں ہے

انہیں صبیح تک کوئی دیتا نہیں

بہت گھاس کی گھڑیاں لائیے والے
بہت فاقہ کر کر کے مرجائیے والے

تو ٹھیکے نسل ملک اُن میں اکثر

انہیں کے پرستار پیرو جواں تھے
یہی مزج و یلم و اصفاں تھے

انہیں کے گرو غنیمتی صاحبِ حقانی

کہ شاہوں کی اولاد در در گدا ہے
جسے دیکھے منظر دینوا ہے

اگر ہیں تو ہیں مانگ کھانیکے قابل

نہیں مانگئے کا طوق ایک ہی یاں
نہیں جھرنکھو نہ گدیہ گری یاں

بہت ہاتھ پھیلاؤ زیرِ رواں

بہت آپ کو کہہ کے مسجد کو بانی
بہت سیکھ کر نوحہ و سوز خوانی

بہت آستانوں کے خدام بنکر

مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں
تجارت کو کھیتی کو دشوار سمجھیں

تن آسانیاں چاہیں ورا برد بھی

کریں تو کری بھی توبے عزتی کی
کہیں پائیں خدمت توبے غیرتی کی

امیڑوں کو سنتے ہیں جب یہ مصائب

کہیں انکی صحبت میں گانا بجانا
کہیں پھتیاں کر کے انعام پانا

یہ کام اور بھی کرتے ہیں پر نالائے

امیڑوں کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے
سزاوار ہے اُن کو جو نامز ہے

شریعت ہوئی ہے نیکو نام آئے

گدائی کی ہیں صورتیں نت نئی یاں
کوئی دے تو منگتو بچی ہو کیا کسی یاں

چھپے اچھے کپڑوں میں اکثر گدا ہیں

بہت بن کے خود سیّد خاندانی
بہت مع میں کر کے زلیگیں برانی

پڑے مانگتے کھاتی پھرتے ہیں در

ہنر اور پیشہ کو جو خوار سمجھیں
فرنگی کے پیسے کو مُردار سمجھیں

وہ قوم آج ڈونگی گر گل ڈوبی

جو روٹی کمائیں تو بے حُرمتی کی
قسم کھائے اُن کی خوش قسمتی کی

تو جاتے ہیں ہو کر حُریت تائب

کہیں مسخہ بن کے ہنسنا ہنسانا
کہیں چھپر کر گالیاں سب کھانا

مسلمان بھائی سے بن آئیں جیسے

خمیر گن کا اور اُن کی طینت جدا ہے
روا ہے انہیں سب کو جو ماروا ہے

بہت فخر کرتے ہیں سلام اُن سے

ہر اک بول پر اُن کے مجلسِ فدا ہے
نہ گفتار میں اُن کے کوئی خطا ہے

وہ جو کچھ کہیں کہہ سکے کون اُنکو

وہ دولت کہ ہے مایہ دین و دنیا
سیلماں لے کر جسکی حق سے تمنا

کیا جسے حاتم کو مشہور و رواں

ملا ہے یہ خراسان کی بد دولت
کہیں ہو وہ سرمایہ جہل و غفلت

جہاں کیلئے جو کہ آبِ بقا ہے

ادھر مالِ دولت کے یاں منہ دکھایا
پڑا آ کے جس گھر پر ثروت کا سایا

انہیں اس باں چار پیسے کی کو

سمجھتے ہیں سب عیب جن عادتوں کو
چھپاتے ہیں او باش جن خصلتوں کو

وہ یاں اہل دولت کو ہیں شیر مادر

طبیعت اگر ہو بازی بہ آئی
جو کی حضرت عشق نے رہنمائی

پھر آخر لگے مانگنے اور کھانے

ہر اک بات پر اُن برست اور بکا ہے
نہ کردار اُن کا کوئی ناسزا ہے

بنایا ندیموں نے فرعون اُن کو

وہ دولت کہ ہے توشہ راہِ عقب
بڑھا جس سے آفاق میں نام کسرا

کیا جسے یوسف کو مسجود خواں

کہ سبھی گئی ہے وہ اہل شقاوت
کہیں نہ شہِ بادہ کبر و سخت

وہ اس قوم کے حق میں سہی ہوا ہے

اُدھر ساتھ ساتھ اس کے ادبار آیا
عملِ دال سے برکت لے اپنا اوٹھایا

مبارک نہیں جیسے ریونیٹی کو

بہائم سے نسبت ہے جن سیرتوں کو
نہیں کرتے جہل جن حرکتوں کو

نہ خوفِ خدا ہے نہ شرمِ پیمبر

تو دولت بہت سی اسی میں لٹائی
تو کردی بھرے گھر کی دم میں صفائی

یونہی منگئے یاں ہزاروں گھرانے

نہ آغاز پر اپنے غور اُن کو اصلاً
نہ غم اُن کو اولاد کی تربیت کا

نہ حق کوئی دنیا پہ اُنکا نہ دیں پر

کسی قوم کا جب اُلٹا ہے دفتر
کمال اُن میں بہتے ہیں باقی نہ جو

نہ دنیا میں ذلت نہ عزت کی پروا

نہ مظلوم کی آہ و زاری سے ڈرنا
ہوا دُہوس میں خودی سے گزرنا

سدا خواب غفلت میں بہی ہو رہنا

پریشاں اگر قحط سے اک جہاں ہی
اگر باغ امت میں فصل خزاں ہی

بہی نفع انسان کا حق اپنے کیا ہے

کہاں بندگانِ ذلیل اور کہاں وہ
پہنتے نہیں جڑ سمور و کوتاں وہ

نہیں چلتے وہ بے سواری قدم بھر

کمر بستہ ہیں لوگ خدمت میں اُنکی
نفاست بھری ہے طبیعت میں اُنکی

دواؤں میں ششک اُنکی اٹھتا بڑھتیوں

نہ انجام کا اپنے کچھ اُن کو کھٹکا
نہ کچھ ذلت قوم کی اُن کو پروا

خدا کو وہ کیا منہ دکھائینگے جا کر

تو ہوتے ہیں مسخ اُن میں پہلے تو انگر
نہ عقل اُنکی ہادی نہ دین اُن کا ہیر

نہ عقبت میں دوزخ نہ جنت کی پروا

نہ مفلوک کے حال پر رحم کرنا
تعیش میں جینا نمائش پہ مرنا

دم نزع کا تخت و فراموش رہنا

تو بیفکریں کیونکہ گھر میں سماں ہے
تو خوش ہیں کہ اپنا چین گلفشاں ہی

وہ اک نفع نزع بشر سے جدا ہے

بیسر کرتے ہیں بے غم قوت ناں وہ
مکان رکھتے ہیں رشکِ خلدِ خاناں وہ

نہیں تہی بے نعمت و ساز دم بھر

نگلِ دلالہ رہتے ہیں صحبت میں اُنکی
نراکت سودِ خاں ہی عادت میں اُنکی

وہ پوشاک میں عطر ملتے ہیں سیروں

یہ ہو سکتے ہیں اُن کے بجنس کیونکر
سواری کو گھوڑا نہ خدمت کو نوکر

پہننے کو کپڑا نہ کھانے کو روٹی

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدا کا
وہی دوسرے خالق دوسرا کا

یہی ہے عبادت یہی نیاں

عمل جن کا ہے اس کلام میں پر
تفوق ہے اُنکو کہیں وہیں پر

شریعت کے جو ہمنے پیمان توڑے

سمجھتے ہیں گمراہ جن کو مسلمان
نہ حصے میں فردوس جنکے نہ رضواں

پس از مرگ دوزخ ٹھکانا ہے جنکا

نہیں چین جن کو زمانے میں م بھر
نہ رہنے کا گھر اور نہ سونے کا بستر

جو تذبذب الٹی تو تقدیر کھوٹی

کہ ہے ساری مخلوق کتباً خدا کا
خالق سے ہے جسکو رشتہ و لا کا

کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

وہ سرسبز ہیں آج روئے زمیں پر
مدار آدمیت کا ہے اب انہیں پر

وہ لہجہ کے سب اہل نہر بنے جوڑی

نہیں جسکو عقبے میں امید غفرال
نہ تقدیر میں حور جن کے نہ علماں

ایمیں آج زقوم کھانا ہے جن کا

۱۵ یہ دو حدیثیں ہیں :- (۱) الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن
الی عیالہ +

(۲) الدین النصیحة +

۱۶ یعنی یورپ کی قومیں جو قوم کی ہمدردی اور وطن کی حمایت اور تمام نزع انسان کی
دستگیری اور ادا میں سارے جہاں سے فائق ہیں +

۱۷ جیم گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائیگا +

۱۸ زقوم اہل دوزخ کے لئے ایک قسم کی خوراک ہوگی +



وہ ملک اور ملت پر اپنی قدا ہیں
اولو العلم ہیں اُن میں یا اغنیا ہیں

یہ تمہے تھا گویا کہ حصہ انہیں کا

امیروں کی دولت غیروں کی ہمت
فصیحوں کے خطبے شجاعوں کی جرأت

دلوں کی امیدیں امنگوں کی خوشیاں

عروج انکا جو تم عیاں دیکھتے ہو
مطہج ان کا سارا جہاں دیکھتے ہو

یہ تھرے ہیں انکی جو انردلوں کے

غنی ہم میں ہیں جو کارباب ہمت
اگر ہے مشائخ سے اُن کو عقیدت

بچے ہیں دنزات اُن عیش کرتے

عمل واعظوں کے اگر قول پر ہے
نماز اور روزہ کی عادت اگر ہے

اگر شہر ہیں کوئی مسجد بنا دی

عمارت کی بنیاد ایسی اُٹھانی
تماشوں میں ثروت بڑو بچی اڑانی

چھٹی بیاہ میں کرنے لاکھوں کوساماں

سب سپہیں اساک کے حاجت ہیں
طلبگار رہبو و خلی خدا ہیں

کہ حرب الوطن ہے نشان ہو نہیں کا

ادیبوں کی انشا جیکوں کی حکمت
سپاہی کے ہتھیار شاہوں کی طاقت

سیاہل وطن اور وطن پریشیاں

جہاں میں نہیں کامراں دیکھتے ہو
انہیں برتر از آسماں دیکھتے ہو

نیچے ہیں آپس کی ہمدردیوں کے

اسلم ہے عالم میں جن کی سخاوت
تو ہے پیرزادوں پر قفا انکی دولت

یہ نوکریں جتنے وہ بھوکا ہیں مرتے

تو بخشش کی امید بے صرف رہے
تو روز حساب انکو کس کا ڈر ہے

تو فردوس میں نیواپنی جمادی

نہ نکلے کہیں ملک میں جس کا ثنائی
نمائش میں دولت خدا کی لٹانی

یہ ہیں انکا اراں یہ ہیں انکی خوشیاں

نزول میں ملتے ہیں جس کے ارکان
نہ پائینگے ڈھونڈے جسے پھر مسلمان

عمارت کا ہے اس کی اللہ والی

وہ درویش سلطان کی امید گاہیں
نوشتر کی پڑتی تھیں جنبہ نگاہیں

کہاں ہیں وہ اندر کے پاک بندے

وہ اخبار دیں کے مبصر کہ ہر ہیں
محدث کہاں ہیں مفسر کہ ہر ہیں

چراغ اب کہیں ٹھٹھاتا نہیں داں

مرحلہ وہ علم ولقیں کے کہاں ہیں
وہ وارث رسول میں کے کہاں ہیں

نہ قاصی نہ مفتی نہ صوفی نہ مملّا

کہاں ہیں وہ علم ابھی کے منظر
بجھیں مشعلیں نور حق کی سدر

صراحی نہ طہور مطرب نہ ساقی

سیفہوں سے منوا کے اپنی فضیلت
پڑے پھرتے ہیں کتے تحصیل دولت

لقب ان کا ہے وارث انبیاء

مگر دین برحق کا بوسیدہ ایوان
زمانہ میں جو کوئی دن کا ہے مہاں

عزیزوں نے اس سر توجہ ہٹالی

پڑی ہیں سب جڑیں ہونیں غلقا ہیں
کھلی نقیص جہاں علم باطن کی راہیں

کہاں ہیں وہ جذب الہی کے پھندے

وہ علم شریعت کے ماہر کہ ہر ہیں
اصولی کہ ہر ہیں مناظر کہ ہر ہیں

وہ مجلس حوکل سر سرب حق چراغاں

وہ درس وہ تعلیم دیں کے کہاں ہیں
وہ ارکان شرع متین کے کہاں ہیں

رہا کوئی امت کا لمحہ نہ ماوا

کہاں ہیں وہ دینی کتابوں کے دفتر
چلی ایسی اس بزم میں یاد و صرصر

رہا کوئی سماں نہ مجلس میں باقی

بہت لوگ بنگر ہوا خواہ امت
سدا گاؤں درگاؤں نوبت نبوت

یہ ٹھیکری ہیں سلام کے رہنما اب

وہ درویش سلطان کی امید گاہیں

نوشتر کی پڑتی تھیں جنبہ نگاہیں

نہ قاصی نہ مفتی نہ صوفی نہ مملّا

سیفہوں سے منوا کے اپنی فضیلت

صباح اوقات

انہیں ذات والاہیں کچھ چٹکی جوہر
کہ کہتے ان کے اسلاف مقبول اور

مریدوں کو پس لڑتے اور کھاتے

مقام الکفا ہے ماورائے شریعت
انہیں کے ہر قبضہ میں بندگی قیمت

یہی میں جنیدؒ اور یہی بایزیدؒ

جگر جس سے شق ہوں وہ تقریر کرنی
مسلمان بھائی کی تحفہ کرنی

یہ ہے ہادیو نکا ہمارے سلیقہ

تو گردن پہ بارِ گران لے کے آئے
تو قطعی خطاب اہل دوزخ کا پائے

تو آنا سلامت ہی دشوار وال سے

کبھی بھگاگ پر بھگاگ میں منہ پلائے
کبھی مارنے کو عصا میں اٹھاتے

نمونہ میں خلقِ رسولِ امیں کے

بہت لوگ پیروں کی اولاد بن کر
بڑا فخر ہے جنکو لے دے کے سپر

کر شمشے ہیں جا جا کے جھوڑ دکھاتے

یہ ہیں یاد وہ پیائے راہِ طریقت
انہیں پر ہے ختم کج کشف و کرم

یہی ہیں مراد اور یہی ہیں مریدؒ

بڑھے جس سے نفرت وہ تحریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحفہ کرنی

یہ ہے عالموں کا ہمارا طریقہ

کوئی مسکے پوچھنے اوان سے جائے
اگر بھیبسی سے شک ہمیں لائے

اگر اعتراض کی نکالازباں سے

کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں بھلاتے
کبھی خوک اور سگ ہیں سکو بناتے

ستوں (چشم بدور) ہیں آپ کے

لے یعنی شریعت سے جدا جیسے کہ باہل صوفی سمجھ میں کہ طریقت شریعت کی علیحدہ ہے۔
لے صوفی کی اصطلاح میں مراد وہ شخص ہے جسے جازب الہی کے بعد ساک اختیار کیا ہو اور مرید وہ ہے
جو ساک کے بعد جذب کے مرتبہ کو پہنچا ہو۔
لے جنید بغدادی اور بایزید بسطامی رحمہما اللہ غالباً تیسری صدی ہجری کے مشہور عرفا کا اہلسن سے ہیں۔
لے بھگاگ یعنی کف یہاں افسانے سے مراد ہے جو غصہ کے وقت انسان کے منہ سے نکلے ہیں۔

تو بے شرط وہ قوم کا ہو سکتا
تشرع میں اُسکے نہ ہو کوئی نقصان

جو چاہے کہ خوش اونے ملکر ہوا
نشان سجدہ کا ہو جس پر نمایاں

اذا را اپنی حد سے نہ لگے بڑھی ہو

لبس بڑھ رہی ہو ڈالڑی چڑھی ہو

ہر اک اصل میں فرج میں ہنر ہاں ہو
مریدوں کا اونکے بڑا مدح خواں ہو

عقائد میں حضرت کا ہمد استاں ہو
حرفیوں سے اونکے بہت بدگماں ہو

بزرگوں سے ملنے کے قابل نہیں ہے

گرا یا نہیں ہو تو مردود ہیں

کہ شیدا تھے اوپر یہود اور نصارا
خود الدین یسوعی نے پکارا

شریعت کے احکام تھے وہ گوارا
گواہ اونکی نرمی کا قرآن ہے سارا

کہ مومن سمجھنے لگے بار اوں کو

ملکریاں کیا ایسا دشوار اوں کو

لے یعنی اگر ان سے کوئی غیر مسلم ملنا چاہے تو وہ خوش اخلاقی سے نہ پیش آویں گے۔
لے لبس مچھونکے بال جو ہنٹھوں پر سے کتر دایے جاتے ہیں۔ لے یعنی انہیں قبلہ دکھا۔
لے قرآن میں بہت سی باتیں دین اسلام کی آسانی پر دلالت کرتی ہیں جیسے یٰٰذَا الَّذِیْہِ الْاَسْمَ وَکَا
یٰٰذَا الَّذِیْہِ الْاَسْمَ چاہتا ہے اللہ تمہاری ساتھ آسانی اور نہیں چاہتا ہے تمہارے لئے مشکل اور کہ کف اللہ
نفساً کا دُشمن تھا نہیں تکلیف دیتا ہے اللہ کسی نفس کو اگر اسکی وسعت ہو اور تا جعل علیک فی الدین
من حرج نہیں ڈالتی تمہارے دین میں مشکل وغیرہ۔

لے یعنی جن آسان کی بنیاد پر دنیا میں جیسے کہ دھابائیہ فی الاسلام کا حور
کا حور اور خلائق میں ہر سائیت اسلام میں اور نہیں ہر صیت اور نہ مصیت ہو گناہ اسلام میں اور
اسی طرح اذا امر احدکم فلیفعل فان فیہم الصلوة والصلوة الضعیف والضعیف جب پیشہ اپنا یا جاوے
کوئی ہم میں کسی کا تحقیف کا خیال رکھو ہوا سٹے کہ اب میں کہیں کہیں ضعیف میں سب طرح کے لوگوں میں عبد اللہ
سے روایت ہے کہ تمہارے جیسے ایک شخص نے اگر حضرت علیہ السلام سے عرض کی کہ میں نے تمہاری سے پہلے
سرمندہ دیا ہے فرمایا کچھ ہرج میں وہاں تو رہا کرتے پھر ایک اور شخص نے عرض کیا کہ میں نے تمہاریاں پھینکے ہیں تو فرمایا
کہ انہی نے فرمایا کچھ ہرج میں اب تمہاریاں پھینکے۔ صاحبین ان سترائی کا قول ہے کہ دین میں جس قدر سہولت
میں وہ خدا اور رسول کی طرف سے ہیں اور جتنی مشکلیں ہیں وہ علماء کی طرف سے ہیں۔

تصویر و قیاس

نہ باطن میں کی اونکے پیدا صفائی
کہ ہوتی نہیں ان سے دم بہرہ رانی

کیا اس کو بالو غسل و وضو کا

حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے
ہر اک رائے قرآن کا نعم البدل ہے

خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

کہہ ہی ہوں نہ سیدھی روایت کے خوش نام
اوسے ہر روایت سے سمجھیں مقدم

سمجھ پر ہماری یہ پتھر پڑے ہیں

جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کو اکب میں ماننے کر شتمہ تو کافر

پرستش کریں شوق سے جکی چاہیں

اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
شہیدوں کے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
وہ دید لا گیا آکے بند و ستاں میں

وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلمان

نہ کی اونکی اخلاق میں رہنمائی۔
پہ احکام ظاہر کی لے یہ بڑبائی

وہ دیں جو کہ چہرہ تھا خلق کو

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے
فتادوں پہ بالکل مدار عمل ہے

کتاب اور سنت کا ہر نام باقی

جہاں مختلف ہوں روایات باہم
جسے عقل رکھے نہ ہرگز مسلم

سب ہمیں گرفتار جوڑے بڑے ہیں

کرے غیر کربت کی پوجا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے

وہ دیں جس سے توحید پھیل چکی ہیں
رہا شرک باقی نہ وہم و گساں ہیں

ہمیشہ سے اسلام تھا جیسے نال

تقصیب کہ ہے دشمنِ نوعِ انساں
ہوئی بزمِ غم و جس سے پریشاں

گیا جوش میں بولہب جسکے کہو یا

وہ یاں اک عجیب ہمیں میں جلوہ گو کہ
بھرا زہر جس جام میں سرسب ہے

تقصیب کو اک جزو دین سمجھیں ہم

ہمیں واعظوں نے یہ تعلیم دی ہے
مخالف کی ریس اُٹھیں کرنی بُری ہے

انہ ٹھیک اُٹکی ہرگز کوئی بات سمجھو

قدم گرہ راست پر اوس کا پاؤ
چڑیں اوس میں جو دفتیں وہ اٹھاؤ

جو لٹکے جہاز اوس کا چکر بھنورے

اگر مرغ ہو جائے صورت تمہاری
بد لجاے بالکل طبیعت تمہاری

تو سمجھو کہ ہے حق کی اک شان بھی

بھرے گھر کئے سیکڑوں جن ویراں
کیا جسے فرعون کو نذر طوفاں

ابو جہل کا جسے بیڑا ڈبو یا

چھپا جسکے پردے میں اُسکا ضر ہے
وہ آبِ بقا ہم کو آنا نظر ہے

جنہم کو خلد بریں سمجھے ہیں ہم

کہ جو کام دینی ہے یا دنیوی ہے
نشاںِ غیرتِ دینِ حق کا ہی ہے

وہ دن کو کہے دن تو تم رات سمجھو

تو تم سید ہے رستہ سے کتر کے جاؤ
لگیں جس قدر ٹھو کریں اُٹھیں کھاؤ

تو تم ڈال دناؤ اندر بھنور کے

بہا یکم میں بلجائے سیرت تمہاری
سراسر گر جائے حالت تمہاری

ہے اک جلوہ نور ایمان یہ بھی

اے تعصبِ مہل میں سچا حمایت کو کہتے ہیں مگر چونکہ اکثر سچا حمایت کے ساتھ ہی سچا مخالفت اور سچا نفرت سچی پائی جاتی ہے اسلئے تعصب کا اطلاق حیف و میل دونوں پر ہوتا ہے۔

اے غم و حضرت ابراہیم کی مخالفت سے اور محمد بنِ حضرت موسیٰ کے عناد سے اور بولہب اور ابو جہل ہمارے نبی کی دشمنی سے ایسے بڑا دھڑے کا اونچی تباہی اور بربادی آجنگا مہربانش ہے۔

نہ اخلاق میں تمہیہ سبقت کیسکو
نہ پیدا یہ پوشش نہ زینت کیسکو

تمہاری جہالت میں بھی اکل دہا

رہو بات کو اپنی کرتے بڑی تم -
تو ہو ہر بدی اور گنہ سے بری تم

تمہارے گنہ اور نہ اور ذمہ کی عات

تو ذکر اور سکا ذلت کی خواری کیجیے
قیامت کو دیکھو گے اسکے نتیجے

مخالفت پہ کرتے ہو جب تم تبر

نہ نعمانی و شافعی میں ہو ملت
مقلد کرے نا مقلد پہ لعنت

کہ دین خدا پر ہنسے سارا عالم

تو شیطان سے اُسکو سمجھو زیادہ
رہ حق سے ہے بر طرف اُسکا جادہ

میں مرد و شاگرد استاد دونوں

نہ او ضلع میں تم سے نسبت کسی کو
نہ حاصل یہ کھانوں میں لذت کیسکو

تمہیں فضل ہر علم میں بر ملا ہے

کوئی چیز سمجھو نہ اپنی بڑی تم
حمایت میں ہو جبکہ اسلام کی تم

بدی سے نہیں مومنوں کو مضر ہے

مخالفت کا اپنے اگر نام لیجیے
کہہ ہی بھول کر طرح اس میں نہ دیجیے

گناہوں سے ہوتے ہو گویا مبرا

نہ حسنی میں اور جعفری میں ہو الفت
و بانی سے صوفی کی کم ہو نہ نفرت

رہے اہل قبلہ میں جنگ الیسی باہم

کرتے کوئی اصلاح کا اگر ارادہ
جسے ایسے مفسد ہے استفادہ

شرعیات کو کرتے ہیں برباد و نول

۱۷ ایک فرقہ کے جاہل مجتہد اپنے معتقدین کا دل یہی ہلکے خوش کر دیتے

تالیف اہل اسلام

تفریق تعصب

زخا اسلام

نیچر نفرت

نمرا التفات

وہ دیں جسرافت کی بنیاد ڈالی
بنایا اجانب کو جس نے موالی

عرب اور حبش ترک و تاجیک و یون

تعصب نے اوس صاف چشمہ کو اگر
بنے خصم جو تھے عزیز اور برادر

نہیں دستیاب الیراب وہ لماں

ہمارا یہ حق تھا کہ سب یار ہوتے
سب اک اکے باہم مددگار ہوتے

جب نفرت میں لپٹے ہوتا باہم

اگر بھولتے ہم نہ قول پیہر
برادر ہے جتنک برادر کا یاد رہ

تو اتنی نہ بیڑے پہ اپنے تباہی

وہ گھر جمیں ہوں دل ملے سب باہم
اگر ایک خوشدل تو گھر سارا خرم

مبارک ہو اوس قصر شاہنشہ

کیا طمع دوران کو نفرت سے خالی
ہر ایک قوم کے دل و حشمت نکالی

ہوئے سارے شیر و شکر بلکے باہم

کیا بغض کے خار و خش سے مگر
نفاق اہل قبلہ میں پھیلا سراسر

کہ ہو ایک کو دیکھ کر ایک شادواں

مرصیت میں یاروں کے غمخوار ہوتے
عزیزوں کے غم میں دل افکار ہوتے

تو کہہ سکتے اپنے کو خیر الامم ہم

کہ میں سب مسلمان باہم برادر
میں اسکا خود ہے خداوند و داد

فقیری میں بھی کرتے ہم بادشاہی

خوشی ناخوشی میں ہوں سب یار و ہم
اگر ایک غمگین تو دل سب کے پر غم

جہاں ایک دل ہو مگر کسی سے

لے دلیم ایک پہاڑی ملک کا نام ہے جو گیلان کے پاس بحیرہ کاسپین کے جنوب میں واقع ہے
ایران میں شمال تھا اور اب علمداری روس میں داخل ہے اس ملک کے باشندے کوسہی دلیبی کہتے ہیں
جنگے بال اکثر گھوگر والے ہوتے ہیں۔

اگر ہودا را سپہ تحقیق دیں گا
ہے بازار اونکا کھرایا کہ کھوٹا

تو ایسے نمونے بہت شاذ ہیں

مجالس میں غیبت کا زور اس قدر ہے
نہ بھائی کو بھائی سے یاں درگزر ہے

اگر نشہ ہے موغیبت میں نہیں

جنہیں چار پیسے کا مقدور ہے یاں
موافق نہیں جسے ایام دوراں

نشہ میں تکبر کے ہے چور کوئی

اگر مرجع خلق ہے ایک بھائی
بھلا جسکو کہتی ہے ساری خدائی

تو پڑتی ہیں پٹیرنگاں غضب کی

بگڑتا ہے جب قوم میں کوئی سبک
ابھی گردنیں جھکتی تھیں جسکے ڈر

تو ظاہر میں کڑھتی ہیں خوش میں پڑ

کہ ہے دین والو نکا برتاؤ کیسا
ہے قول و قرار اور نکا جھوٹا کہ سچا

اگر اسلام پر جسے قائم ہو برہاں

کہ آلودہ اس خون میں ہر شر ہے
نہ ملا نہ صوفی کو اس سے حذر ہے

تو ہشیار پلے نہ کوئی مسلمان

سمجھتے نہیں ہیں وہ انسان کو انسان
نہیں دیکھ سکتے کسی کو وہ شاداں

حسد کے مرض میں ہر بچور کوئی

نہیں ظاہر ادا میں کوئی بُرائی
ہر اک دل میں غطرت ہر جسکی سمائی

کھٹکتا ہے کاٹا سا آنکھوں میں سبکی

ابھی نجات و اقبال تھے جسکے یادور
مگر کر دیا اب زمانے نے بے پر

اگر ہمدرد ہاتھ آیا اک مغلسی میں

۱۔ غیبت کے معنی ہیں کسی کی پیٹھ پیچھے بے عزت و عدم موجودگی میں وہ بات کہنا جو اسکے روبرو کہتے تو وہ غل و
شرمندہ ہوتا پس اگر وہ عیب و رخصت اوصاف میں موجود ہو جو بیان کیا جاوے تو غیبت ہو اور اگر اوصاف میں وہ عیب نہیں ہے
جو بیان کیا جاوے تو وہ غیبت نہیں بلکہ تہمت و بہتان ہے۔ غیبت شرعاً و اخلاقاً بدترین و مجرب انسان ہے۔
۲۔ یعنی اگر غیبت میں سب شرب کا سانس نہ ہوتا تو تمام مسلمان بدست و بدروش پاؤں جاتے کیونکہ غیبت سے کوئی...

اگر اک جو انحر دہمرد انسان	اگرے قوم پر دل و جان بنی قرباں
تو خود قوم او سپر گاو دیہ پتیاں	کہ ہے او سکی کوئی غرض سہم بنہاں
وگر نہ پڑی کیا کیو کیو	یہ چالیں سراسر پی خود مٹلی کی
نکالے گراو کی بھلائی کی صورت	تو ڈالیں جہانناک سے سہم کھنڈت
سین کا مہابی میں جہاں سکی شہرت	تو دل سے تراشیں کوئی تازہ تہمت
منہہ اپنا ہو گو دیر دینا بد کلا	نہ ہو ایک بھائی کا یرو ل بال
اگر پاتے ہیں در دلوں میں صفائی	تو ہیں ڈالتے اونہیں طرح جدائی
ٹھنی دو گردہوں میں جسم لڑائی	تو گو یا تمنا ہماری برائی
بس اس سے نہیں مشغلہ خوب کوئی	تماشا نہیں یا امر خوب کوئی
تغلب میں بندیتی میں دعا میں	نمود اور بناوٹ فریب اور ریاس
سعایت میں بہتان میں اقرار میں	کسی بزم بیگانہ و آشنا میں
نہ پاؤ گے رسوا و بدنام ہم سے	بڑے پھر نہ کیوں شان اسلام ہے
خوشامد میں ہمو وہ قدر سے حاصل	کہ انسان کو ہر طرح کرتے ہیں مائل
کہیں احمقوں کو مینا تے ہیں عاقل	کہیں ہوشیار دل کو کرتے ہیں غافل
کسی کو اتار کسی کو چڑھایا	یہ نہیں سینکڑوں کو اسامی بنایا
روایات پر حاشید اک چپڑ مانا	قسم جھوٹے وعدہ و نپہ سوا رکھایا
اگر مدح کرنا تو حسد سے بڑا مانا	مذمت پہ آنا تو طوفاں اوٹھانا
یہ ہر روز مرہ کایاں اونکے غواں	فصاحت میں ہمیشہ ہیں جو سمان

جنت

فردینہ

برنامی و رسوائی

خوشامد

کذب و مبالغہ

صبر و اوقات

ہمارے کرے عیب جو ہمہ روشن
سمجھتے ہیں ہم رہنماؤں کو رہ زن

ہمیں نا کو بھر کر ڈلوایا ہے جسے

خلافت کا جب تک کہ قائم ستوں تھا
سماں خیر و برکت کا ہر دم فروں تھا

پھلا اور پھولا تھا احمد کا گلشن

کہ جھکتی تھی گردن نصیحت سپ کی
نہ لگتی تھی حق کی اونہیں بات کڑی

خلیفہ سے لڑتی تھی اک ایک ٹپٹا

+

او سے جانتے ہیں بڑا اپنا دشمن
نصیحت کو نفر ہے ناصر سے آن بن

یہی عیب ہے ہسکو کھویا ہے جسے

وہ عہد ہمالوں جو خیر القوئل تھا
نبوت کا سایہ ابھی رہنموں تھا

عدالت کے زیور سے تھی سب فرین

سعادت بڑی اس زمانہ کی یہ تھی
نہ کرتے تھے خود قول حق سے خوشی

غلاموں سے ہو جا کر تھے بند کا

۱۔ یہ اشارہ ہے اس حدیث کے خَيْرَ الْفَرْدَيْنِ قَوْلِي لِمَا لَدَيْنِي يَكُونُ لَكُمْ ثُمَّ لَدَيْنِي
يَكُونُ لَكُمْ بہتر مانوں میں میرا زمانہ ہے (یعنی صحابہ کا) پھر اُن کا جو اُن زمانہ سے ملے ہوئے ہیں (یعنی
تابعین کا) پھر اُن کا جو اُن سے ملے ہوئے اور قریب ہیں (یعنی تابع تابعین)۔

۲۔ ایک مجلس میں مہاجر و انصار جمع تھے حضرت عمرؓ نے (کہا) سو تو خلیفہ تھی تین بار سب غلط کر
یہ کہا کہ اگر میں حقوق خلافت میں سستی کروں تو تم کس طرح پیش آؤ؟ بشر بن سعد نے جواب دیا کہ اگر تو ایسا کرے تو
ہم قلعے کی طرح نیرے بل نکالیں حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر تم ایسے ہو تو تمہارا کیا کہنا۔

۳۔ ایک بار حضرت عمرؓ عرض منبر پر کھڑے ہوئے بڑے مہربانہ صحن کا ممانعت کر رہے تھے کہ ایک بڑیا
نے کھڑے ہو کر قرآن مجید کی آیت پڑھی کہ اِنْ تَسْتَحِبُّواْ اِحْدًا لَّهٖنَّ فَوْضًا فَلاَ تَاْخُذُوْاْ مِنْهُ
مَشِيْعًا اگر دیکھو تم دن میں سے ایک کو بہت کچھ مال تو اس دے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ واپس نہ لو۔
اور کہا کہ خلیفہ ہو کر قرآن نہیں سمجھتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ عمر سے سب کا علم زیادہ ہے
یہاں تک کہ بڑھپو نکلا بھی اور بچہ مانوس نہ کی۔

نبی نے کہا تھا جنہیں فخر امت
مسلم تھی عالم میں جبکی عدالت

وہ پھرتے تھے راتوں کو چھپ چھپ کر

مگر ہم کہیں دام و دوسم سے بہتر
نہ آقران و امثال میں ہم موقر

لصیحت کو ایسا برا مانتے ہیں

نبوت نہ گزرتی ہوئی عرب پر
تو ہے جیسے مذکور قرآن کے اندر

یوں ہیں جو کتاب اس پیغمبر پر آئی

ہنسوم میں جو ہیں وہ معلوم ہیں سب

چلن اور اطوار مذموم ہیں سب

جہالت نہیں چھوٹی ساتھ دھم

جنہیں خلد کی مل چکی تھی بشارت
رہا مفتخر جسے تخت خلافت

کہ شرمائیں اپنا کہیں عیب سنکر

نہ ظاہر کہیں ہم میں خوبی نہ مضمر

نہ اجداد و اسلاف کے ہم میں جوہر

کہ گویا ہم اپنے کو پہچانتے ہیں

کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیغمبر

ضلالت یہود اور نصاریٰ کی اکثر

وہ مگر اہیان سب ہماری قتالی

علوم اور کمالات معدوم ہیں سب

فراغت سے دولت کے محروم ہیں سب

تقصیب نہیں بڑھنے دیتا قدم بھر

اے حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک بار کچھ سوداگر اگر شہر سے باہر اترے رات کو آپ اور عبدالرحمن بن عوف
حب عادت گشت کرنے کے لئے وہاں گئے۔ اور کورات بہر میں تین ہار ایک کچھ کے روپ کی آواز آئی عمر فاروقؓ نے ہر
دفعہ اٹھ خیمہ پر جانے تھے اور اسکی مان کو لڑتے کرتے تھے کہ تو کسی جہمی مان ہے کہ تیرا بچا دل شب کی بچین ہے
آخر اس عورت نے کہا کہ اے خدا کو بند تو نے مجھے ساری رات دی کیا میں اس کو دھو پیسے کی عادت چھڑاتی ہوں
اور وہ صبر کرتا ہے کہا کیوں؟ کہا عمرؓ کہ دودھ جیسے بچوں کا وظیفہ مقرر نہیں کرتا یہ سنگدل بہت رکھتا اور
کہا کہ خدا کا مسلمان کو کتنے بچے میرے سب سے ملاک ہوئے ہونگے ہی وقت منادی لائی کہ کوئی عورت اپنے
بچے کا دودھ جلدی نہ چھڑائے اور تمام ملک میں حکم دیا کہ ہر مسلمان کے یہاں بچہ ہونے ہی کا وظیفہ مقرر
کیا جاوے۔

وہ حکمت کہ ہر ایک ہو کے کی ٹٹی
عمل نے جسے کر دیا آکے ردی

کوئی بات اُس میں نہیں کم زیادہ

بالاجماع میں قابل نسخ و نسیاں
نہیں نسخ و تبدیل کا ان میں کساں

مٹے گا کہی کوئی شوشہ نہ ادا کھا

وہ ہیں ہند میں جلوہ گر سو برس سے
کہ ہم حق کا جلوہ نہیں دیکھ سکتے

جواب وحی اترے تو یاباں لائیں

شفاف اور مجسطی کے دم بھرنوالے
فلاطون کی اقتدا کرنے والے

بھیرے عمر بھر اور جہاں تھوڑی ہیں

وہ تقویم پارسیہ یونانیوں کی
یقین جسکو ٹھہرا چکا ہے نکمی

اوسے وحی سے سمجھ میں ہم زیادہ

زبور اور توریت و انجیل قرآن
مگر لکھ گئے جو اصول اہل یوناں

نہیں ملتے جب تک کہ آثار دنیا

نتیجے ہیں جو مغربی علم و فن کے
تخصیصے لیکن وہ ڈالے ہیں پرچہ

جھی ہیں دلوں میں ارسطو کی شہر

اب اس فلسفہ پر جو ہیں مرنے والے
ارسطو کی چوکھٹ پہ سر دھرنوالے

وہ تیلی کے کچھ بیل کو کم نہیں

۱۵ تقویم پارسیہ پرانی جنوری جو سال گذرنے پر کسی کام کی نہیں رہتی۔

۱۶ شوشہ ریزہ حرف کا سوا مگر یہاں اس لفظ سے انجیل کی اس عبارت کی طرف تلمیح کی گئی ہے جس میں حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں جب تک آسمان و زمین نہ ٹوٹیں تو ریت کا ایک لفظ یا ایک شوشہ نہ ٹوٹے گا یعنی حکمائے یونان کی کتابوں کو مسلمان بھی گویا ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا حضرت عیسیٰ نے توریت کی نسبت فرمایا ہے۔
۱۷ ارسطو اور سقراط ایلین نامی مشہور حکیم ہیں افسوس کہ ان کا شمار افسانہ دار اور زور پرستی اور معلم اول کے لقب سے ملقب تھا عالم حکمت و فلسفہ غلطی وغیرہ میں کامل و سنگ گاہ رکھتا تھا بلکہ موجد مانا جاتا کہ۔
۱۸ شفا و علی سینا کی کتاب کا نام جو تمام فنون حکمت کو جامع ہے اور جس کی اہتمام جلد میں ہے۔
۱۹ مجسطی حکیم بطلمیوس کی کتاب علم ریاضی میں جو جس کو خواجہ نصیر الدین محقق طوسی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے۔

بند ہی سر پہ دستار علم و فضیلت
تو ہے انکی سب سے بڑی یہ لیاقت

تو منوں کے چہوڑیں اُس کو کہ جہاں سے

اونہیں جو کچھ آتا ہے اوسکو بنا دیں
میاں مٹھو اپنا سا اوسکو بنا دیں

اسی پر ہے فخر اُنکو بین الامثال

نہ دربار میں لب بلائے کے قابل
نہ بازار میں بوجھ اٹھانے کے قابل

وہ کھوئے گئے اور غیلم پا کر

مراوا کی اسکے پڑھنے سے کیا ہے
نتیجہ کوئی یا کہ اس کے سوا ہے

جواب کا لیکن نہ کچھ دے سکیں گے

نہ اسلام کا حق جتنا سکتے ہیں وہ
نہ حق کی حقیقت بتا سکتے ہیں وہ

نہیں جلتی تو پونہیں تلوار اُنکی

نتیجہ نہیں اُن کو معلوم جس کا
اسی راہ پر پڑ گیا گھلے سا

گئے بھول رستہ وہ یار راہ پر ہیں

وہ جب کر چکے ختم تحصیل حکمت
اگر رکھتے ہیں کچھ طبیعت میں جمعیت

کہ گردن کو وہ رات کہیں زباں سے

سوا اسکے جو آئے اوسکو پڑا دیں
وہ سیکھی ہیں جو بولیاں سب کھائیں

یہ لے دے کہ ہر علم کا اُنکے حاصل

نہ سکار میں کام پانے کے قابل
نہ جنگل میں رو پڑ جانے کے قابل

نہ پڑھتے تو سوط کھاتے کما کر

جو پوچھو کہ حضرت نے جو کچھ پڑھا ہے
مفاد اسیں دنیا کا یا دین کا ہے

تو مجذوب کی طرح سب کچھ لیں گے

نہ حجت رسالت پہ لا سکتے ہیں وہ
نہ قرآن کی عظمت دکھا سکتے ہیں وہ

دلیلیں ہیں سب آج بیکار اُنکی

پڑے اوس مشقت میں ہیں وہ سراپا
گئیں بھول آگے کی بھیڑ میں جو بیٹھا

نہیں جانتے یہ کہ جلتے کہہ رہیں

۱۔ میاں مٹھو ٹوٹے کہ کہتے ہیں اور میاں مٹھو بٹانے سے ایسا پڑھا نامراد ہے جیسا طوطا کہڑا ہوتے ہیں
کہ صرف الفاظ یاد کر لیتا ہے مگر سمجھتا بالکل نہیں ہے۔

کہ کھائی کہیں بند روئے جو سردی
نظر روشنی اونکو آئی نہ اویں کی

پینگا او سے آگ کا سب نے سمجھا

کیا گھاس بیہوش اسپہ لاکر فرام
نہ کچھ آگ سلگی نہ سردی ہوئی کم

مگر اپنی محنت کی راحت نہ پائی

جب اس شکمش میں نہیں دیکھتے تہو
کہ شر مائیں وہ زعم باطل سے اپنے

لامت پورا اولیٰ غراتے تہو وہ

اسی طرح جو میں حقیقت کا دشمن
چیب ہو گا اور سحر ملعہ افکن

کہ جنکو کو سمجھے تہو وہ اک شرارا

سمجھتے ہیں جس کو بیاض میا
جسے عیب کی طرح کرتے ہیں خفا

چلے آئے ہیں جو کہ سینہ پسینہ

نہ اصلاً خبر معدنیات کی ہے
نہ علم طبیعی نہ کیمسٹری ہے

مریضوں کا انہی نگہیاں خدا

مثال از کئی کوشش کی ہر ضابطی
اودہر اور اودہر تیرا آگ ڈھونڈی

مگر ایک جگنو چمکتا جو دیکھ

لیا جا کے تمام اور سب نے ایدم
لگے اوسکو سلگائے سب ملکہ سپہم

ایسی رات ساری انہوں گزائی

گزرتے تھے جو جانور اس طرف سے
لامت بہت سخت تھی اونکو کرتے

مگر اپنی گد سے نہ باز آتے تھے وہ

نہ سمجھے وہ جب تک ہوا دن نہ روتن
نہ جھاڑ نیلے گرد تو ہم سے دین

بہت جلد ہو جائیگا آشکارا

وہ طب جسے غش میں ہمارے طبیا
بتائے میں ہے بخل جسکے بہت سا

فقط چند نسخوں کا ہو وہ سفینہ

نہ انکو نباتات سے آگہی ہے
نہ تشریح کی لئے کسی پر کھلی ہے

نہ پانی کا علم اور نہ علم ہوا

نہ قانون میں اونکے کوئی خطا ہے
سیدی میں لکھا ہے جو کچھ بجا ہے

سلف لکھ گئے جو قیاس اور کمال

وہ شعر اور قصاید کا ناپاک فتر
زیں جس کے ہے زلزلہ میں برابر

ہو اعلم و دیں جس کے تاج سارا

بُرا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے
تو وہ محکمہ کافاضی خدا ہے

گنہگاروں چھوٹ جائیگے سدا

محسن جو ہے یاں آج حصہ ہمارا
ہراک کذب و بہتاں چھوٹیں گوارا

بنے ہند میں اوس کے اور اک بالہ

زمانہ میں جتنے قلی اور نفس ہیں
گوئیے امیروں کے نور نظر ہیں

مگر اس تپ دق میں جو مبتلا ہیں

جو سقے نہوں جی سو جائیں گدرد
بنے دم پر گھر شہر چور ہیں نغمہ سب

پہ کر جائیں ہجرت جو شاعر ہمارا

نہ مخزن میں انگشت کہنوں کی جاہر
نفیسی کے ہر قول پر جاں فدا ہے

صحیفے ہیں اور تری ہوئے آسمان سے

عفو نت میں سنا اس سو جو ہر بکر
ملک جس سے شرارت ہے یہی آسمان پر

وہ علم و عین علم ادب ہے ہمارا

عبثت جو ٹوٹ بکنا اگر ناروا ہے
مقرر جہاں نیک و بد کی سزا ہے

جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے

نہیں قوم کو ظاہر جس سے چارا
مجسم ہوا و سکا اگر بھوٹ سارا

ہمارے سے اہو جکی چوٹی دو بالا

کمالی سے اپنی وہ سب بہرہ و ہیں
ڈنالی بھی لے آتے کچھ مانگ کر ہیں

خدا جانے وہ کس مرض کی دوا ہیں

ہو نیلا جہاں گم ہوں دہولی اگر سب
جو تہڑ جائیں ہنتر تو گدے ہوں گدے سب

کہیں ملے جس کمر جہاں ناک سارا

عرب جو تھے دنیا میں اس فن کی پائی
زمانے نے جنگی فصاحت تھی مانی

سب اونکو ہنر اور کمالات کھو کر

ادب میں پڑی جان اونکی زبان سے
سنان کے لئے کام اونہوں نے لسان سے

ہو ڈاؤنکی شعردں سے فلاق صیقل

خلف اونکے یاں جو کہ جاو بیاں پر
بلاغت میں مشہور ہندوستان میں

اگر جب شعر میں عمر ساری گواہیں

طوائف کو از بر ہیں دیوان اونکے
نکلتے ہیں تکیوں میں ارمان و کج

اگر عقل و نیہ پر دے دو ڈال انہوں نے

شریفوں کی اولاد بے تربیت ہے
کیونکہ بو تراڑنے کی لت ہے

چرس اور گانجے پر شیراہ کوئی

سدا گرم انفار سے اونکی صحبت
پڑھے لکھوں کے سایہ سے اونکو حشوت

کمینوں کے جگر میں عمریں گزانی

نہ تھا کوئی آفاق میں جن کا ثانی
مٹا دی عزیزوں نے اونکی نشانی

رہے شاعری کو بھی آخر ڈبو کر

جلادین نے پائی اونکے بیاں سے
زبانوں کے کوچے تھے بڑے کرسناں سے

پیڑی اونکو خطبوں سے عالم میں ہانچا

فصاحت میں مقبول پر وجواں ہیں
وہ کچھ ہیں تو دل دیکھ اس کے کیاں ہیں

تو بھانڈا اونکی غزلیں مجالس میں گونجیں

گویو نیہ سیم میں احسان اولیٰ کے
شناخواں ہیں ابلید و شیطان اونکے

ہمیں کر دیا فارغ لبالب انہوں نے

تباه اونکی حالت بُری اونکی گت ہے
کسی کو بٹھیں لڑانے کی دہت ہے

مدک اور چنڈو کا رستیا ہے کوئی

ہر اک زندو او باش سے اونکی ہلت
مدارس کی تعلیم سے انکو نفرت

انھیں گالیاں دینی اور آپکھانی

شعراء عرب کے تاریخ

شرفا کا ارادہ

نہ شایستہ جلسوں میں آتے جاتے
پڑے پہرے ہیں دیکھتے اور دکھاتے

مگر ناچ گانے میں ہیں سب آگے

نہو جانکے پہلو سے بچکر ہے چلتی
مٹی خاندانوں کی جنسے بزرگی

وہ سب ان شرفیوں کی اولاد ہونگے

کہ قیدی کی جیسے کٹے زندگان
چر رہی بھوت کی طرح سرِ جوانی

اکھاڑ و نہیں کہیں نہیں رہنا ہی بکا

صفتِ فوج شرکانیں محصور ہیں
بہت ہاتھ سے دل کے مجبور ہیں وہ

حوارِ بھری ہے طبیعت میں بھی

تو دل انکا نادیدہ اسپرِ فدا ہے
تو یاد او سکی دن رات نامِ خدا ہے

جسے دیکھیے قیس و فرادہ ریاں

نہ علمی مدراس میں ہیں اونکو پاتے
پہیلیوں کی رونق میں جا کر بڑھاتے

کتاب اور علم سے پھرتے ہیں جاگ

اگر کیجیے اون پاک شہد و شہنشاہ گنتی
ملی خاک میں جنسے عزت بڑوں کی

تو یہ جس قدر خانہ برباد ہونگے

ہوں اونکی بچپن میں یوں پاسانی
لگی ہونے جب کچھ سمجھ بوجہ سیانی

بس اب گھر میں دشوارِ قضا ہو چکا

نشہ میں مے عشق کے چور ہیں وہ
غمِ چشم و ابرو میں رنجور ہیں وہ

کریں کیا کہ ہر عشق طینت میں بھی

اگر ششِ گنجت میں کوئی دلربا ہے
اگر خواب میں کچھ نظر آگیا ہے

بھری سبکی و ششِ رودادِ ریاں

۱۵ پاک شہدا آزاد۔ بیاک ادھیو کو کہتے ہیں جس کی آنکھ میں کسی کا لحاظ اور شرم باقی نہ رہے۔

۱۶ سیانی بیاسے غلو طبروزن میان مفت مرث جبکہ منی ہوشیار صفا تمیز اور مجھدار کہے ہیں۔

۱۷ داکیں بائیں آگے۔ پیچے اوپر نیچے چھ سمتیں ہیں مگر اس کی اکثر تمام ٹاڈا لیتے ہیں۔

اگر ماں ہر دکھیا تو اداں کی بلا سے
جو ہے گھر میں فائدہ تو اداں کی بلا سے

جنہوں نے لگائی ہو لو دلدل سے

نہ گالی سرد شام سے جی چرائیں
جو میلو نہیں جائیں تو نہیں دکھائیں

لڑتے ہیں ادب باش آدمی خنجر سے

سپوتوں کو اپنے اگر بیاہ دیجے
جو بیٹی کے پیوند کی شکریہ کیجے

یہی جھیکنا کو بگو گھر بگھر ہے

نہ مطلب نگاری کا ان کو سلیقہ

نہ امید واری کا ان کو سلیقہ

قلی یا نفر ہو تو کچھ کام آئے

نہیں ملتی روٹی جنہیں پیٹ بھر کے

جو ہیں انہیں دو چار آسودہ گھر کے

نمونے یہ عیان و اشرف کہ ہیں

ایا بیچ ہے باقا تو اداں کی بلا سے
جو قرنا ہے کُتبا تو اداں کی بلا سے

غرض پھر او نہیں کیا رہی ماسوا

نہ جوتی سے پیرا رہی ہچکچائیں
جو محفل میں ٹھہری تو فتنے اٹھائیں

گریزاں ہیں زنداں کی ہمسایگی سے

تو بہوؤں کا ابو جہہ اپنی گردن پیچے
تو بدراہ ہیں جہانجے اور بھتیجے

بہو کا ٹھکانا نہ بیٹی کو برہ ہے

نہ دربار داری کا ان کو سلیقہ

نہ خدمت گزاری کا ان کو سلیقہ

مگر انکو کس ندیں کوئی کھیلے

وہ گزراں کرتے ہیں سو عیب کر کے

وہ دن رات خواہاں ہیں مرگ پر کے

سلف انکو وہ تہی خلف انکو پیس

لے صوفی کی اصطلاح میں ذات باری توانا کے سوا جو کچھ ہے وہ ماسوا ہے مگر اس جگہ طنز ماسوا
معتوق نمازی سے مراد لگتی ہے۔ لے لائق اور شہید بیٹا۔ طعنا نالائق بیٹے کو یہی کہتے ہیں۔
لے پیرا اس لڑکے کو کہتے ہیں جس سے بیٹی کا ازدواج ہو سکے۔ اور اس کو برہیں ملتا ہے اسکو
ایسا لڑکا نہیں ملتا جس سے اسکی شادی کی جاوے۔

لے نفر اردو میں سائیس و چاکر قلی اور کم درج کے آدمی کو کہتے ہیں۔

وہ اسلام کی پودشاہد سی ہے
بہت جس سے آئندہ چشم نبی ہے

یہی جان ڈالیں باغ بہن میں

یہی ہیں وہ نسل مبارک ہماری
کریگی یہی قوم کی غمگساری

یہی شمع اسلام روشن کریگی

خلف اونکے الحق اگر یاں یہی ہیں
اگر یادگار عزیزاں یہی ہیں

تو یاد اس قدر اونکی بجا نیگی یاں

سمجھتے ہیں شایہ جو آپ کو یاں
چلن پر ہیں جو قوم کے اپنی خدائ

جوڑ ہونڈ ہو گے یاد اونکی سہرا نہیں

درج اونکے افلاس کا اونکو صلا
نہ کوشش کی بہت نہ دینو کو پیا

اہیں اونکی پوشاک پر طعن کرنا

عزیزوں کی جس بات میں عجیب پانا
شہادت سے دل بھائی تو لگا دکھانا

نہ کچھ درد کی چوٹ اونکے جگر میں

کہ جسکی طرف آنکھ سب کی لگی ہے
بقا منحصر ہے اسلام کی ہے

اسی سے بہار نیگی اس چمن میں

کہ جھٹنگی جو دین کو استواری
انھیں پر امیدیں ہیں حق ساری

بڑو لکھائی نام روشن کریگی

سلف کے اگر فاتح خواں یہی ہیں
اگر نسل اشرف و اعیان یہی ہیں

کہ اک قوم رہتی تھی ان نام کی یاں

ہیں آزادی رائے پر جو کنا زالاں
مسلمان ہیں سب جنگی نزدیک اں

تو نکلیں گے تھوڑے جو ہر دناں

نہ فکر اونکی تعلیم اور تربیت کا
اوڑانا مگر مفت اک اک کا خاکا

اہیں اونکی خوراک پر نام دہرنا

نشا نہاؤ سے پھبتیوں کا بنانا
لیکانوں کو بیگانہ بن کر چڑانا

نہ قطرہ کوئی خون کا چشم تر میں

تعلیم یافتہ مسلمانان

پڑا جس سے جو کھوں میں چھوٹا بڑا ہے
کوئی اونیس سوتا کوئی جاگتا ہے

جو بیدار ہیں اون پر خندہ زناں میں

کس امید پر تم کھڑے ہنس رہے ہو!
نہ چھوڑ لیکھا سوتوں کو اور جاگتوں کو

اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبے بیٹے سارے

کہ بگڑا ہوا یاں ہے آدے کا آوا
ناسف کے قابل ہے احوال سب کا

بگڑا کر کہی جو نہ سنبھلیں ہم ہیں

کہ نعمت ہو دنیا میں سب سے بڑی کیا
کہا "گر نہ او اس سے انسان کو ہر ا"

کہ جو باعث افتخار بشر ہے

کہا "مال و دولت ہر کچھ سب سے بڑی
کہا "اوس پہ بجلی کا گر تلہ ہے بہتر

خلایق سب اوس کی نحوست کی چھوٹ

مبادا کہ وہ ننگ عالم تمہیں ہو
تو جلدی سے اوٹھو اور اپنی خبر لو

کہ ہونے سے انکا نہو نا ہے بہتر

جہاز ایک گرداب میں نہیں رہا ہے
لکھنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہے

جو سوتے ہیں وہ مست خواب کی

کوئی اون سے پوچھے کہے ہوش والو!
بڑا وقت بیڑے پر آنے کو ہے جو

بچے گئے نہ تم اور نہ ساتھی بہت

غرض عیب کیے سب پاں پئے کیا کیا
فقیر اور جاہل ضعیف اور توانا

مریض ایسے مایوس دنیا میں ہیں

کسی نے یہ اک مرد انا سے پوچھا
کہا "عقل جس سے ملے دین و دنیا"

کہا "پھر اہم سب سے علم و ہنر ہے

کہا "گر نہو اوس کو یہ بھی میسر
کہا "درہو یہ بھی اگر بند او پیر"

وہ ننگ بشر تاکہ دلت سے چھوٹ

کچھ ڈر ہے ازمیرے ہم قوم یارو
گر اسلام کی کچھ حقیقت ہے تمکو

وگر نہ یہ قول آج کا راستہ تم پر

رہو گے یونہیں فارس غالب الکتب تک	نہ بدلو گے یہ چال اور ڈال کتب تک
رہی نئی پود پال کب تک	نہ چھوڑو گے تم بھڑ پال کتب تک
بس اگلے فسانے فراموش کردو	تو عصب کے شعلے کو فراموش کردو
حکومت آزادیاں تمکو دی ہیں	ترقی کی راہیں سراسر گھلی ہیں
صدائیں یہ ہر سمت سے آرہی ہیں	کہ راجا سے پر جا ملک سب سکھی ہیں
تسلط ہو ملکوں میں واماں کا	نہیں بندرستہ کسی کارواں کا
نہ بدخواہ ہر دین وایماں کا کوئی	نہ دشمن حدیث اور قرآن کا کوئی
نہ ناقص ہے ملت کے ارکان کا کوئی	نہ مانع شریعت کے فرماں کا کوئی
نمازیں پڑھو بے خطر و مضائقہ	اذانیں دہرائیں مسجید و منیں
گھلی ہیں سفر اور تجارت کی راہیں	نہیں بند صنعت کی حرفت کی راہیں
جو روشن ہے تحصیل حکمت کی راہیں	تو ہموار ہیں کسب دولت کی راہیں
از گھر میں غنیم اور دشمن کا کھٹکا	نہ باہر ہے خزاں و زہن کا کھٹکا
مہینوں کے گتے ہیں ستر پلوں میں	گھروں سے سوا چین ہر منزلوں میں
ہر آل گوشہ گلزار ہے جنگلوں میں	شب و روز ہے مہینی قافلوں میں
سفر جو کبھی تھا نمونہ سفر کا	وسیلہ ہے اب وہ سراسر ظفر کا

۱۔ پود چھوٹے درخت اور لاد نسل۔

۲۔ یعنی اور کوئی دیکھا کبھی ہے سچے بوجھ کوئی نام کرنا یہ لفظ بھڑ چال بڑا کر بھڑ پال بڑا گیا بڑا بوجھ
بھڑو کی ماد سے کہ اگلی بھڑی جس راستہ پر پڑی پہلی بھی اسی کے ساتھ ہوتی ہیں۔

چلی آتی ہیں شادی و عہد کی خبریں
کھلی ہیں زمانہ پر عالم کی خبریں

ہے آئینہ احوال روئے زمیں کا

کہ ہے صاف ہر سمت راہ ترقی
یہ ہر سو سے آواز سیم ہے آتی

لکھا اور ستہ ابھی بے خطر ہے

بہت بوجھ بار اپنے لدا رہے ہیں
بہت سے نہ چلنے سے بچتا رہے ہیں

مبارک غفلت میں کھوٹی ہونزل

لیٹرے نہ ٹہراؤ تم رہبروں کو
ٹھوڈا پہلے اپنے گھروں کو

برے ہیں کہ اچھے و تیرے تمہارے

چلن ہو چکے عالموں کے بیاں سب
بگڑنے کو تیار بیٹھے ہیں بیاں سب

ستون مرکزِ ثقل سے ہٹ چکا ہے

کہ جو وقت یار و نہر ہے آئینہ والا
وہ آخر کو مٹی میں ملکر رہے گا

ابھی اور ہونا ہے پامال باقی

پہنچتی ہیں ملکوں سے دم دم کی خبریں
عیال ہیں ہر اک بڑا عظم کی خبریں

انہیں واقعہ کوئی پنہاں نہیں کا

کر و قدر اس امن و آزادگی کی
ہر اک راہرو کا زمانہ ہے ساتھی

کہ دشمن کا خطرہ نہ رہن کا ڈر ہے

بہت قافلے دیر سے جا رہے ہیں
بہت چل چلاؤ ہیں گھبرا رہے ہیں

مگر اک تمہیں ہو کہ سوتے ہو غافل

نہ بدخواہ سمجھو بس اب یا دروں کو
دوا الزام نیچے نصیحت گروں کو

کہ خالی ہیں یا پر ذخیرے تمہارے

امیر و ملکی تم سن چکے داستان سب
مشریفوں کی حالت ہر تم پر عیاں سب

یہ بوسیدہ گھرا بگڑا کہ گر رہا ہے

یہ جو کچھ ہوا ایک شتم ہے اوسکا
زمانہ نے اونچے سے جس کو گرایا

انہیں گر چہ کچھ قوم میں حال باقی

سراخجام ہر قوم و ملت یہی ہے
طلسم جہاں کی حقیقت یہی ہے

بہت باغ چھانٹ گئے پھول بھل گئے

کہاں ہیں وہ گردان زابستانی
مٹا کر رہی سبکو دنیا سے فانی

بتاؤ نشان بھوسا سانیوں کا

جہاں کی وراثت اسکو سزا ہے
نکوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے

غلام اور آزاد ہیں رفتی سب

یہاں ہر ترقی کی غایت یہی ہے
سدا سے زمانہ کی عادت یہی ہے

بہت یاں ہو کر خشک شہنائی

کہاں ہیں وہ اہرام مصری کے بانی
گئے پیشدادی کدہر اور کیانی

لگاؤ کہیں کھوج کھلا انیوں کا

وہی ایک ہے جس کو دایم بقا ہے
سو اس کے انجام سب کا فنا ہے

مسافر یہاں ہیں فقیر اور غنی سب

۱۔ قاعدہ ہے کہ صاحب باغ بعض وہ درخت جنہیں پھل یا پھول اچکتا ہے جیسے درخت بیر کیلہ۔

۲۔ کھجور گلاب چیلی مہندی وغیرہ اور نیز وہ ٹہنیاں یہی درخت کی خوشک ہو جاتی ہیں انہیں چھو کر باغ کو صاف ستھرا کر دیتا ہے۔

۳۔ اہرام مصری مصر کے شلتخا جو پل بنیا رہیں جو دیگنیل کی پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اور زمین سے ایک ہزار دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتا ہے ان کو زیادہ کوئی قدیم عملات شاید دنیا میں موجود نہیں۔

۴۔ گردان زابستانی سے مراد رستم کا خاندان ہے۔

۵۔ فارس کے گیارہ بادشاہ جو کمورث کی اولاد میں ہوئے ہیں پیشدادی کہلاتے ہیں۔

۶۔ کیانی بادشاہوں سے کیقباد کہ کیکاؤس کی پوتہ کے۔ لہذا سب مراد ہیں۔

۷۔ کارانی کیلہ یا یعنی خالدیہ بابل والے۔

۸۔ بہمن بن ہفندیار کی اولاد میں جس قدر بادشاہ ہوئے ہیں اولکنا ساسان لقب ہر انہیں کو ساسانی بادشاہ کہتے ہیں۔

دوسرا دیباچہ

۱۲۰۲ھ
۶۱۸۸۹

حدیث درود لاویز داستانے ہست
کہ ذوق بیش دہ چول دراز تر گردد

مسدس مدو جزا اسلام اول ہی اول ۳۹۶ ہجری میں چھپکر شائع ہوا تھا
اگرچہ اس نظم کی اشاعت سے شاید کوئی معتد بہ فائدہ سوسائٹی کو نہیں
پہونچا مگر چھ برس میں جس قدر قبولیت یا شہرت اس نظم کو اطراف
ہندوستان میں ہوئی وہ منے الواقع تعجب انگیز ہے۔ نظم بالکل غیر مانوس
تھی اور مضمون اکثر طعن و ملامت پر مشتمل تھے قوم کی خرابیاں جن جن کو
ظاہر کی گئی تھیں اور زبان سے تیغ و سنان کا کام لیا گیا تھا۔ ناظم کی
نسبت قوم کے اکثر ابرار و اخیر اندھی سو وطن رکھتے تھے تعصب
عموماً کلمہ حق سننے سے مانع تھا بایں ہمہ اس تھوڑی سی مدت میں یہ
نظم ملک کے اطراف و جوانب میں پھیل گئی ہندوستان کے مختلف ضلع
میں اس کے آٹھ سات ایڈیشن اب سے پہلے چھپ چکے ہیں بعض قومی
مدرسوں میں اس کا انتخاب بچوں کو پڑھایا جاتا ہے مولود شریف
کی مجالسوں میں جا بجا اس کے بند پڑھے جاتے ہیں۔ اکثر لوگ اس کو
پڑھ کر بے اختیار روتے اور آنسو بہاتے ہیں۔ اس کے بہت سے

بندہ ہمارے واعظوں کی زبان پر جاری ہیں۔ کہیں کہیں قومی نامک
 میں اُسکے مضامین ایک ٹکڑو جلتے ہیں۔ بہت سے مسدس اُسی کی
 روش پر اسی بحر میں ترتیب دیئے گئے ہیں شمالی مغربی اضلاع
 کے سرکاری مدارس میں عام قبولیت کی وجہ سے اسکو تعلیم میں داخل
 کر لیا گیا ہے۔ یہہ اور اسی قسم کی اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن سے
 معلوم ہوتا ہے کہ قوم نے اس کی طرف کافی توجہ کی ہے مگر مصنف کو
 کچھ فخر کرنے کا محل نہیں ہے۔ اگر قوم کے دل میں متاثر ہونے کا مادہ
 نہ ہوتا تو یہ اور ایسی ایسی ہزار نظمیں بیکار تھیں۔ پس مصنف کو اگر فخر ہے
 تو صرف اس بات پر ہے کہ اُس نے زمین شور میں تخم زیری نہیں کی اور
 پتھر میں جونک لگانی نہیں چاہی۔ اُس نے ایک ایسی جماعت کو مخاطب
 کر دانا ہے جو بے راہ ہے پر گمراہ نہیں ہے وہ رستے سے بھٹکے ہوئے ہیں
 مگر رستے کی تلاش میں چپ و راست نگران ہیں اُن کے ہنر مفقود ہو گئے
 ہیں مگر قابلیت موجود ہے۔ اُن کی صورت بدل گئی ہے مگر بیولی باقی ہے
 اُن کے قوائے مضلل ہو گئے ہیں مگر زایل نہیں ہوئے اُنکے جو ہر مٹ
 گئے ہیں مگر جلا سے پھر نمودار ہو سکتے ہیں اُنکے عیبوں میں خوبیاں
 بھی ہیں مگر چھپی ہوئی۔ اُنکے خاکستر میں چنگاریاں بھی ہیں۔ مگر
 دلی ہوئی۔

یہ نظم جس میں قوم کی گزشتہ اور موجودہ حالت کا صحیح صحیح نقشہ

کھینچنا نہ نظر تھا اگرچہ مشرق کی عام نظموں کی نسبت مبالغہ سے
 خالی تھی۔ لیکن فروگداشت سے خالی نہ تھی دوست کی نگاہ مکتہ چینی
 اور خردہ گیری میں وہی کام کرتی ہے جو دشمن کی نگاہ کرتی ہے دونوں
 یکساں عیبوں پر خردہ گیری اور خوبیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں مگر دشمن
 اس غرض سے کہ عیب بظاہر ہوں اور خوبیاں مخفی رہیں اور دوست اس خوف
 سے کہ مبادا خوبیوں کا غور عیبوں کی اصلاح سے باز رکھے مصنف
 بھی جو کہ دوستی کا دم بھرتا ہے شاید محبت اور دلسوزی ہی سے قوم کی
 عیب جوئی پر مجبور ہوا اور ہنگامی سے معذور رہا مگر یہ اسلوب
 جس قدر غیرت والا نیوالا تھا اُس قدر مایوس کرنے والا بھی تھا۔ مصنف
 کے دل کی آگ بھڑک بھڑک کر چمبہ لگئی تھی اور اس کی افسردگی الفاظ میں
 سراپت کر گئی تھی نظم کا خاتمہ ایسے دل شکن اشعار پر ہوا جس سے تمام
 امیدیں منقطع ہو گئیں اور تمام کوششیں راگمان نظر آنے لگیں شاید
 اس خرابی کا تدارک کچھ نہ ہو سکتا اگر قوم کی توجہ مصنف کے دل میں
 ایک نئی تحریک پیدا نہ کرتی اور قوم کو ایک نئے خطاب کا مستحق نہ ٹھہراتی۔
 گو قوم نہیں بدلی مگر اس کے تیور بدلتے جاتے ہیں پس اگر تحسین
 کا وقت نہیں آیا تو نفوس ضرور کم ہونی چاہئے بعض اجاب کی
 تحریک نے ان خیالات کی تائید کی اور ایک ضمیمہ مقتضائے حال
 کے موافق اصل مسدس کے آخر میں لاحق کیا گیا ضمیمہ کو طول دینا

مصنف کا مقصود نہ تھا مگر اس مضمون کو چھپرے کر طول سے بچنا ایسا ہی
 مشکل تھا جیسے سمندر میں کود کر ہاتھ پاؤں نہ مارنا۔ قدیم مسدس میں
 بھی جتہ جتہ تصرف کیا گیا ہے شاید بعض تصرفات کو ناظرین اسوجہ
 سے کہ قدیم اسلوب مانوس ہو گیا تھا پسند نہ کریں مگر مصنف کا فرض
 تھا کہ دوستوں کی ضیافت میں کوئی ایسی چیز پیش نہ کرے
 جو خود اس کے مذاق میں ناگوار معلوم ہو۔ نظم
 نہ پہلے پسند قابل تھی اور نہ اب ہے
 مگر الحمد للہ کہ درد اور سچ

پہلے بھی تھا اور

اب بھی ہے۔ امید ہے کہ درد

پھیلے گا اور سچ چمکے گا۔ رَبَّنَا اتَّقْبَلْ

مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

(حالی)



ضمیمہ

بھلاک ارمید اپنی آخر دکھا تو
فسردہ دلوں کے دل آخر بڑا تو

جلی کھیتیاں تو نے سسر کی ہیں

سکوں بخش یعقوب کنگال میں تھی
دل آرام یوسف کی زندانیں تو تھی

سہارا وہاں سب کو تھا ایک تیرا

اگر توں کو اکثر بنایا ہے تو نے
اگر تے گھروں کو بسایا ہے تو نے

اندھیرے میں اکثر اجالایا ہے

بندھی تجھے دھارس نہ خود کلائی
نہو تو تور دن نہو اس دکان کی

روا رو ہے ہر قافلے میں تجھی سے

جہازوں کو گرداب میں ہر کھواتی
فریدوں کو صحا کے سے ہر لڑاتی

نظر تیری سیٹی پہ ہے کاروان کی

بس کنا امید کی نہ یوں دل بچا تو
ذرا نا امید و نکی ڈھارس بندھا تو

ترے دم سے مرد و کن جانیں بڑی

سفینہ بے نوح طوفانیں تو تھی
زنجار کی غنچہ آ رہاں میں تو تھی

مصائب نے جب آنکراؤں کو گھبرا

بہت ڈوبتوں کو ترایا ہے تو نے
اکھڑے دلوں کو جمایا ہے تو نے

بہت تو نے پستوں کو بالا کیا ہے

قوی تجھ سے بہت ہر بیرو جواں کی
تجھی پہ بنیادِ نظم جہاں کی

انگاپو ہے ہر مرحلے میں تجھی سے

کسانوں سے کٹر میں تو ہے بوائی
سکندر کو دارا پہ ہے تو چڑھائی

چلے سب جدہ سے تو نے یا اعلیٰ نام کی

۱۷ ضحاک قدیم ایران کا ایک مشہور ظالم اور زبردست بادشاہ ہے جو حشید کے بعد زمانہ راہو اور فریڈ
نے باوجود سرد سامانی کو کاوہ آہنگ کی حمایت سے مغلوب اور ہلاک کیا اور خود اس کی جگہ فرما کر رہا۔

نوازا بہت مینواؤں کو تو نے
دیا دسترس نارساؤں کو تو نے

سکندر کو شان کی تو نے بخشی

وہ ہر وہ نہیں رکھو جو کوئی ساماں
نہ ساختھی کوئی جس کی منزل آسماں

ترے بن پہ خوش خوش ہیں طرح بچا

زمیں جوتے کو جب اٹھتا ہے جوتا
شب و روز محنت میں ہر جاں بھوتا

اگر موج زن او کو دل میں نہ ہو

بنے اس کی بھی گرسوا اپنے دم پر
پہاؤ اک فزوں اور ہو کوہ غم پر

انہیں فکر تو دل بڑھاتی ہے جنگ

تو انگر بنایا گداؤں کو تو نے
کیا بادشہ ناخداؤں کو تو نے

کلمبس کو دنیا نئی تو نے بخشی

خور و زاد سے جب کاغذی ہو داماں
نہ محرم کوئی جو سنے درد نہاں

کہ جا کر خزانہ ہیں اب کوئی پاتے

سیمں کاگماں تک نہیں جبکہ ہوتا
مہینوں نہیں پاؤں پھیلا کے سوتا

تو دنیا میں غل بھوک کا چار ہو

یلاؤں کا ہو سامنا ہر دم پر
گذرنی ہو جو کچھ گذر جائے ہم پر

دماغ نہیں بوسری آتی ہے جب تک

۱۔ لفظ کئی غویہ ہے کٹھ سے جسکے معنی زبان فارسی میں شاہشاہ کے ہیں اور لوگ عجم کے دوسرے
طبقہ کو چاروں بادشاہ کئے کہلاتے ہیں جبکہ نام یہ ہیں۔ کیتھاد، کیتھاکو، کس۔ کیتھو کے ہر اسب
جس کی جمع کیاں اور یا کے نسبت کے ساتھ کیا نی ہے پس کئی وہ چیز ہے جو کیا نی کی طرف منسوب ہو
جیسے تاج کئی اور شان کئی۔

۲۔ کلمبس اہلی کار ہنر والا اور فن جہاز رانی میں ہر شیا تھا۔ ہی نے ملکا زبیلاد الیہ اسپین کی طرف
سے ۱۴۹۲ء میں براعظم امریکا کو تلاش کر کے قدیمی دنیا پر ظاہر کیا۔

۳۔ جوتا۔ براد مجہول جوتے والے یعنی کاشتکار۔

۴۔ سیمیں۔ ایسے موسم کا عمدہ حالت میں نظر آنا۔

یہ سچ
جہان

نہیر
نہوہ

ہست
فقیہ

سجینہ
گلینہ

مشہ
نہ

بجا
دما

عزیزہ کی غفلت وہی جوں کی توں ہے
تعصب کی گردن پہلٹ کا غول ہے

کہ جلوہ بہر دنیا میں سالہ تیرا

نہ اوس میں وہ اسلام کی شان باقی
پیراس حال میں بھی ہر اک کان باقی

گلرس بگڑنے میں بھی اک ادا ہے

دلیری نہیں پر حیمت ہے باقی
تہیہ رست ہں پر مروت ہے باقی

مکان گرم ہر گاہ گویا چمکی ہے

فقیری کو ذلت کی شہرت سی بہتر
انجیس موت پر باورنت سی بہتر

وہ خود پست ہں پر نگاہیں ہر بالا

مہ کیا ضعف دے جسکو مایوس جاں
اجل کے ہن آٹا چیر عیاں سے

نہیں کوئی بہلک مضر سکو لکین

طبیعت میں یل خورد نوش قائم
جوانی کا پتہ را اور خوش قائم

عجب کیا جو ہو چار زندہ نہیں شال

یہ سچ ہے کہ حالت ہماری زبول ہے
جہالت وہی قوم کی رہنمویں ہے

مگر لے امید اک سہارا ہے تیرا

نہیں قوم میں گرچہ کچھ جان باقی
نہ وہ جاہ و شہرت کے سامان باقی

بگڑنیکا گواؤ مکے وقت اگیا ہے

بہت ہیں ابھی جنہیں غیرت ہے باقی
فقیری میں بھی بوئے ثروت ہے باقی

مٹے پر بھی پینڈا رہتی وہی ہے

سمجھتے ہیں عزت کو دولت سے بہتر
گیلیم قناعت کو ثروت سے بہتر

سر لکنا نہیں در بدر چھکنے والا

مشابہ ہر قوم اُس مریض جوان سے
نہ بستر سے حرکت نہ جنبش مکان سے

نظر آتے ہیں سب مضر حکومرن

بجا ہیں حواس اُسکے اور ہوش قائم
دلغ اور دل چشم اور گوش قائم

کرے کوئی اوسکی اگر غور کاں

نے
نے

انماں
جان

ہوتا
ہوتا

م پر
م پر

سے
سپ

وب پر
کام

غیرت تو

انکار

عیال سب پا حوال ہمیا رکا ہے
موافق دولہے زکوئی غدا ہے

اگر ہے بھی یہ دیا ٹھٹا تا

یہ سچ ہے کہ ہے قوم میں قحط انسال
سفال و خرف کر ہیں انبار گریاں

چھپے سنگریز نہیں گو ہر بھی ہرچ

جو بے غم ہیں انہیں تو غور بھی ہیں
انہیں غافلوں میں خبر وار بھی ہیں

جماعت سدا ہی نزل بھی ہیں یاں

جو چاہیں پلٹ دیں ہی سب کی کایا
اکیلوں نے ہے قافلوں کو بچا یا

یو نہیں کام دنیا کا چلتا رہا ہے

یہ سچ ہے کہ ہیں بیشتر ہم میں ناداں
جہاں میں ہیں جو انکی عزت کو خواہاں

پہ ایسے بھی کچھ ہوتے ہائے میرا

کوئی خیر خواہی میں جو ہسراں کا
کوئی ہر زبان سے ستائش گراں کا

بہت اونکا گن سننے میں چکے چکے

کہ تیل انہیں جو کچھ تھا سب جل چکا ہے
ہزال بدن ہے زوال قوی ہے

جگہا جو کہ ہے یاں نظر سب گاتا

نہیں قوم کے پر سب افراد یکساں
جواہر کے ٹکڑے بھی ہیں سینہاں

ملے ریت میں ریزہ زہ بھی ہیں کچھ

جو بے مہر ہیں کچھ تو کچھ یار بھی ہیں
خرابات میں چند ہشیار بھی ہیں

نکلیں کچھ کام والا بھی ہیں یاں

کہ ایک اکٹھے ہو مکاتیاں جگایا
جہازوں کو ہے زور قوں نے ترا یا

دیئے سے دیا یو نہیں جلتا رہا ہے

انہیں جنکے درد و عصب کا درماں
انہیں سگ وہ رہتے ہیں ست و گریباں

کہ جو خیر خواہوں پر ہیں اپنے شیدا

کوئی دست دیا نہ سے ہر ماہ و رات کا
بہت رکھتے ہیں نقش و خب دیراں کا

بہت شے سرد بنتے ہیں جبکہ چکے

آواز تیرا

نکلیں کچھ کام والا بھی ہیں یاں

تموچ کا جس میں نہ ہرگز پیتا تھا
کہ مکروہ تھی بو تو کڑوا مزا تھا

کہ مشکل سے کہہ سکتے تھے کچھ پانی

کناروں کو اس کے بلانے لگی ہے
عقوت وہ پانی سے جانے لگی ہے

تو دریائیں بس اک تموچ ہر جاتی

مصائب نے نچا دکھایا ہے کچھ کچھ
زمانے کے فل نے جھٹکایا ہے کچھ کچھ

وہ سوتے میں کچھ کھلا لگے ہیں

تعلی سے ہیں اپنی شلے جاتے
سراغ اپنا کچھ کچھ میں رہ پاتے جاتے

وہ خود ہی منظور رہے لگی ہیں

نئی بات ناک بہوں میں چر داتے
گدہ ماتہ ہی بھی ہیں کہتے جاتے

پر سطح دنیا میں رہنا ہے شکل

کچھ اس سوز سے ہی گھٹنے لگے ہیں
کچھ آڑ سے سینہ نہ بنے لگے ہیں

نشتے جو چڑے تھوڑے کو میں

بہت دن سے دریا کا پانی کھڑا تھا
تغیر سے یہ حال اس کا ہوا تھا

ہوئی تھی یہ پانی سے زایل دانی

پر اب اوس میں رو کچھ کچھ آئے لگی ہے
ہوا بلبکے کچھ اٹھانے لگی ہے

اگر ہونہ یہ انقلاب اتفاقی

حوادث نے اونکو ڈرایا ہے کچھ کچھ
ضرورت نے رستہ دکھایا ہے کچھ کچھ

ذرا دست و بازو ہلانے لگے ہیں

رہ راست پر ہیں وہ کچھ آتے جاتے
تفاخ سے ہیں اپنے پتے پتاتے جاتے

بزرگی کے دعووں کی پیر لگے ہیں

نہیں کہاٹ پر کو ترقی کے آتے
نئی روشنی سے ہیں انکھیں چراتے

کہ دنیا نہیں گرج رہی کے قابل

تنزل پر وہ ماتہ ملنے لگے ہیں
دھوئیں کچھ دلوں کو بھٹنے لگے ہیں

وہ غفلت کی رتہ

رہ نیکو سب

نہیں اگرچہ کچھ درود سلام اون کو
نہ کچھ فکر غا زو انجہام اون کو
مگر قوم کی کوئی سسکتے مصیبت

خصوصیت کو ہیں اپنی گواریاں سب
خود آپس کی چوٹوں سے خستہ تھیں
اگر نا اتفاقی نے کھو یا ہے ہم کو

یہ مانا کہ ہم میں ہیں ایسے دانا
ستزل کو ہے ٹھیک ٹھیک اپنی جانا
یہ اتنا زباں پہ ہر سبکے جاری

فرایض میں گو دین کے سب میں فاضل
مساجد سے غائب ملا ہی میں حاضر
کہ مذہب پہ چلو ہیں جو ہر طرف سے

خود پائی ہے گو قدر و قیمت گنوالی
جو آپ لو کی خوبی نہیں کوئی یالی
شرف کہ کیا ہی نہیں ان کیاب کچھ

ذرا چھوڑ کے پیچھے وہ جب دیکھتے ہیں
بزرگوں کا علم و ادب دیکھتے ہیں
تو ہیں محو سے وہ کہ ہی سر اٹھاتے

نہ یہود کے قوم سے کلام اون کو
برابر ہے ہر صبح یا شام اون کو
انھیں کچھ نہ کچھ ایسی حالتی ہر وقت

نزاعوں سے باہم کی ہرینا توں سب
پہ میں متفق اسپہ پیر و جوان سب
ای جزو مد نے ڈلو یا ہے ہم کو

جنہوں نے حقیقت کو پہنچے جہاننا
کہ ہم میں کہاں اور کہاں ہر زمانا
کہ حالت بری آج کل ہے ہماری

نہ مشغول باطن نہ پاسبند ظاہر
مگر ایسے فاسق ہیں ان میں نہ ظاہر
وہ دیکھ انکو شجائیں راہ سلف سے

یہ بہو لے نہیں ہیں بڑو کی بڑائی
تو ہیں خوبیوں پر انھیں کی فدا
مگر خواب میں دیکھ لیتے ہیں کچھ

وہ اپنا حسب اور نسب دیکھتے ہیں
سر از اسے جہد و اب دیکھتے ہیں
کہ ہی ہرینا اس سے گردن جھکاتے

اگر کچھ بھی باقی ہو یا رول میں بہت شگون سعادتمندی اور فال بد	تو اول کما ہی اختیار اور ندامت کہ آتی ہے کچھ اس سے بڑے حجت
وہ کھو بیٹھے آخر کمانی بڑوں کی	بھلا دی جنہوں نے بڑائی بڑوں کی
اسیری میں جو گرم فریاد میں یاں قفص سے وہی ہوتے آزاد میں یاں	وہی آشیال کرتے آباد میں یاں چمن کے جنہیں چھپے پاؤں میں یاں
وہ شاید قفس ہی میں غم میں ہیں	گئیں بھول صحرا کی جنہوں نے ضایں
بلندی میں ہوں یا کہ پستی میں ہوں ہم محقر زمانے میں ہوں یا مکرم	قوی ہوں کہ کمزور افزوں ہوں یا کم مؤخر ہوں اس بزم میں یا مقدم
عباس ہوں پوشیدہ یا شال میں	کسی رنگ میں ہوں کی جالی میں
اگر باخبر ہیں حقیقت سے اپنی بلندی و پستی کی نسبت سے اپنی	تلف کی ہوئی اگلی عظمت کی پنی گذشتہ اور آئندہ حالت سے اپنی
تو سمجھو کہ ہر پار کھو ہوا ہمارا	نہیں دور مجھدار سے کچھ نہارا
الپ ار حلال سے یہ طفل نے پوچھا نشاں اونکی اقبال مندی کے میں کیا	کہ قومیں ہیں دنیا میں جو جلوہ فرما کب اقبالندان کو کہنا ہے زیبا
کہا ملک دولت ہو ماحظ کی بجائے	جہاں ہو کر بہتہ ساتھ اونکو جتائے
<p>۱۔ یہ سلو تیروں کے سلسلہ کا دوسرا بادشاہ ہے اسکے باپ کا نام بیگ اور چچا کا نام طفل بیگ تھا طفل بیگ نے اپنی زندگی میں اسکو ولیعہد مقرر کر دیا چچا طفل کے بچا اسکا جانشین ہوا۔ ۲۔ طفل سلو تیر کے سلسلہ کا پہلا بادشاہ الپ ارسلان کہ چچا اور سلجوق کا پوتا جو تیسری تخت نشین ہوا۔</p>	

جہاں جائیں وہ سفر و سہو کے آئیں نہ بگڑیں کہیں کام جو دہ بنائیں کریں میں کوئیں کہ تو وہ کیا ہو	ظفر مہنگاں ہو جدھر باگ اٹھائیں نہ اکھڑیں قدم جس جگہ وہ جائیں اگر خاک میں ہاتھ ڈالیں حلال ہو
ولیعہ کی جبکہ باتیں سنیں یہ کہا۔ جان غم گپ ہو گود لٹھیں یہ حوادث سپہ بن گزارا نہیں یاں	سہنسا سنگے فزائے دو میں یہ مگر شرط اقبال ہرگز نہیں یہ بہندی و پستی سو چارا نہیں یاں
بہم ہے کہیں گاہ برہم ہے محفل زمانہ کی گردش سے بچنا ہے مشکل بہت یکہ تازوں کو یاں گھر تیرے کیا	اکٹھیں ہے کہیں گاہ آساں ہو منزل نہ محفوظ ہیں اس سرمد پر نہ نقیض سدا شہسوار کو یاں گرتے دیکھا
جہاں سود ہو یاں وہیں ہر نیاں بھی سترو بھی ہو یہ خاکداں اور ضاں بھی انکھرتے ہیں جو یاں وہ گرتے ہیں	جہاں شوقی ہو وہیں ہو دیواں بھی بہا ریں بھی ہیں اس چمن میں شاں بھی چمکتے ہیں جو یاں وہ گہناں بھی ہیں
ضعیف اور قوی ارمی اور عاقی پہ اقبال کی ہر رق جن میں باقی بلاؤ نہیں گھر کر نکلتے ہیں وہ	چمکتا ہے درود قح سب کو ساقی یہ سب تلخیاں اُن کی ہیں اتفاقی ذرا لگ لگا کر سنبھل جلتے ہیں وہ
نہیں ہوتے نیزنگ گرد و گل حیراں اٹھاتے نہیں کچھ حواشے نقصاں بھڑکتے ہیں خسرہ ہو کر سوا وہ	ہر اک در دکا ڈھونڈ لیتی ہیں یاں وہ چونک اٹھتے ہیں کچھ خواب نشاں پھپکتے ہیں پھر مرد ہو کر سوا وہ

اے گپ اس بات کو کہتے ہیں جو بے سوزا اور بے اصل ہو (شیخی مارنا)

<p>جہاں دیکھئے فیض اسی کا ہر جاری اسی پر ہے موقوف عزت تمھاری</p>	<p>یہ کہتے دنیا میں محنت کی ساری یہی ہے کلید در قفل باری</p>
<p>اسی پر ہیں مغرور میں اور تو سب</p>	<p>اسی سے ہر قوم کی بیاں آبر و سب</p>
<p>سماں زلف جنبل کی تاب و شکن کا نرخ ہاں نسا لالہ و نستران کا</p>	<p>گستاخ میں جو بن گل و یاسمن کا قد و لباس و اوزار و نرون کا</p>
<p>مکبروں کے خوف میں تہ تازہ رسو</p>	<p>غریبوں کی محنت کی ہر زندہ کوسب</p>
<p>جہاں عطر حکمت سے ہوتا نہ خوشبو نہ حق پھیلتا نرج مسکوں میں ہر</p>	<p>بلاتے نہ اگلے اگر دست و بازو نہ اخلاق کی وضع ہوتی ترازو</p>
<p>خدائی کے اسرار مکتوم رہتے</p>	<p>حقائق یہ سب غیر معلوم رہتے</p>
<p>اثر علم دیں کانسیاں نہ ہوتا مساجد میں لیل و روز قراں نہ ہوتا</p>	<p>ستارہ شریعت کا تاباں نہ ہوتا حد الکفر سے نور امیاں نہ ہوتا</p>
<p>اذال جا بجای مسجد و عین نہ ہوتی</p>	<p>خدا کی ثنا معبود نہیں نہ ہوتی</p>
<p>لہذا کہ اگر اُس مزدور کو کہتے ہیں جو باغبان کے تحت میں کام کرتا ہے۔ تو تر از و کا وضع ہونا اُس کا ہرپا اور قائم ہونا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَوَضَعَ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ۔ مقصود یہ ہے کہ اگر علماء و کوشش نہ کرتے اور علم اخلاق اور سلوک مدون نہ ہوتا تو بڑے اور اچھے اخلاق کی تمیز نہ ہوتی۔ ۳۵ مکتوم بچنے پوشیدہ۔</p>	

کہ ارکان دیں بھی اسی پر ہیں برپا
کریں آخرت کا ہی وہ کاش سودا

تو لو دین حق کی ہی ادھ کر خبر تم

تفاوت ہو حالتیں جنگی نمایاں
بدن کے گھمیان بستر کے درباں

سمجھتے ہیں تنکے کو رستہ میں حایل

اپنا ہج ہیں روگی ہیں بیمار ہیں سب
تن آسائیوں میں گرفتار ہیں سب

نہ کچھ جاگنا اور نہ بہتر نہ سونا

تو محنت سو میں جی چراتے سدا وہ
ہلاتے نہیں کچھ مگر دست و پا وہ

تو سو بار بہتر ہے محنت سے ان کو

نہیں ملتی کوشش سے دنیا ہی تنہا
جنہیں ہو نہ دنیا سے فانی کی پروا

نہیں ہلتے دنیا کی خاطر اگر تم

بنی نوع میں دو طرح کے ہیں انساں
کچھ امان میں ہیں راحت طلب و ترنساں

نہ محنت سے مائل نہ قدرت کے قائل

اگر ہیں تو نگر تو بے کار ہیں سب
تعیش کے ماتھو لسنے لاجا ہیں سب

بیرا ہرے یاں اور کھا ہونا نہ ہونا

اگر ہیں تہید ست اور بے نوا وہ
نصیبوں کا کرتے ہیں اکثر گلا وہ

اگر بھیک لمبا چھ قسمت سے اونکو

۱۔ یعنی ہر وقت بدن کی حفاظت اور خود آرائی میں مصروف رہتے ہیں یا نرم چھوڑ دیں پڑے
ایڑھتے ہیں۔ گویا بستر کے دیباں ہیں۔

۲۔ یعنی نہ محنت کرتے ہیں نہ اس بات کے قائل ہیں کہ کوشش سے خدا کے تعالیٰ ان کو انجھڑ
مقاصد پر کامیاب کر سکتا ہے۔

۳۔ اپنا ہج جسکے ہاتھ پاؤں بکیر ہوں۔ روگی۔ روگ والا یعنی مرعین۔

وہ ہیں ڈھو کر طبع قانع اسی پر
نہیں بڑھتے بس اس آگے قدم بھر

معطل ہوئیں تو تیرا نکی ساری

نہ جرات کہ خطر و کھمیا تہیں جائیں
نہ عبرت کہ دنیا کی سمجھیں او ایس

نہ ہر آج پر وہ کہ ہونہ ہے کل کیا

نہ مل جوتے ہیں نہ دیتے ہیں پانی
تو کہتے ہیں حق کی ہونا مہربانی

سدا رط لے رہتے ہیں تقدیر سے

کہ خود زندگی ہے کوئی دن کی جھاں
نہ باقی رہے گی حکومت نہ فرماں

یہ بازی اگر جیت لی بھی تو کھپ کیا

اٹھاتے سدا بار رخ و لعب ہیں
نمائش یہ دنیا کی بھولے یہ سب ہیں

بناتے ہیں وہ گھر نہیں جس رہنا

کہ باوصف کوتاہ بینی ہے خود میں
کہ گویا کھلا اُسنپہ ہے ستر تکوین

ادھر سے ہیں جتنی ہیں یاں کام

نہ جو بے نوا ہیں نہ ہیں کچھ توانگر
کہ کھانے کو ملتا رہے پرٹ بہر کر

ہوئے زیور آدمیت سر عاری

نہ ہمت کہ محنت کی سختی اٹھائیں
نہ غیرت کہ ذلت سے پہلو بچائیں

نہ کل فکر تھایہ کہ میں اس کو کھل کیا

نہیں کسے کھیلتی میں وہ جانفشانی
پہ جب یاس کرتی ہر دل پر گرانی

نہیں لیتو کچھ کام نہ میرے وہ

کہہی کہتے ہیں پیچ سب میں یہ سماں
دہرے سب یہ رہا میں گے کاخ و ایوان

ترقی اگر سمجھنے کی بھی تو کھپ کیا

یہ سرگرم کوشش میں جو روز و شب میرا
ترقی کے میدان میں سبقت طلب کیا

نہیں انکو کچھ اپنی محنت سے لہنا

کہہی کرتے ہیں عقل انساں پھریں
وہ تدبیریں اسطرح کرتی تھیں تلقین

مگر سب خیالات ہیں خام اس کے

نہ اسباب راحت کی اسکو خبر کچھ	نہ آثار دولت کی اسکو خبر کچھ
نہ عزت نہ دولت کی اسکو خبر کچھ	نہ کلفت نہ راحت کی اسکو خبر کچھ
نہ آگاہ اسکو کہ ہستی ہوشے کیا	نہ واقف کہ مقصود ہستی ہو کیا
کہہ ہی کہتے ہیں زہر ہے مال دولت	اٹھاتے ہیں جسکے لئے ریخ و منت
اسی سے گناہوں کی ہوتی ہر غربت	اسی سے دماغوں نہیں آتی ہر نخوت
یہی حق سے کرتی ہے بند و کوفت	ہوئے ہیں عذاب اس قوم کو نیناز
کہہ ہی کہتے ہیں سعی و کوشش سے حاصل	کہہ مقسوم بن کوششیں سب ہیں باطل
نہیں ہوتی کوشش ہی تقدیر زائل	برابر ہیں یاں محنتی اور کاہل
بلا نیسے دوری کی گردور ملتے	توروی و نکموں کو ہرگز نہ ملتی
نکموں کے ہیں سب یہ دلکش ترانے	سُلائے کو قسمت کے رنگیں فسانے
اسی طرح کے کر کے جیلے پہلے	نہیں چاہتے دست و بازو ہلانے
وہ بھولے ہوئے ہیں یہ عادت خدائی	کہ حرکت میں ہوتی ہر حرکت خدائی

لے نکموں کے نزدیک مدعی کا ملہانا گویا ترقی کی حد ہے ۔

۲۵ یعنی جس طرح تھن خوان رنگین افسانے سنا سنا کر بادشاہوں اور امیروں کو خواب راحت میں لایا کرتے ہیں اسی طرح وہ لوگ جو کاہل اور بختے ہیں دنیا کو فانی کہہ کر مال دولت سے نفرت دکھا کر اور تقدیر کی آٹھ لکھ تدبیر سے باز رہتے ہیں اور انکی اس طرح کی باتیں گویا اچھے بخت بیدار کو خفتہ کرنے کیلئے کہانیاں ہیں ۔

تشریف کی بنیاد ہے یہ جماعت
ہوا اسکی ہے مفسد ملک و ملت

سستی تھنے جس جماعت کی حالت
بگڑی تھیں قومیں ہی کی بدلت

بگڑا و مشق اور بغیر اداسی نے

کیا صورت و صید کو بر باد ہی نے

جدہر ہے زمانے میں کبت ہوا انکی
تباہی کا لشکر جماعت ہے اٹل

جہاں ہر زمین پر نوبت ہوا انکی
مصیبت کا پیغام کثرت سے انکی

خدا کا غضب انکی بہتات پہاں

وجود انکا اصل البلیات پہاں

تمدن کے حق میں ہیں زہر بلا ہاں
نہیں انکی صحبت کہ ہر قسم قاتل

سیا لیستہ آسان و بیکار و کاہل
نہیں انکے کچھ نفع انسان کو حاصل

یہ جو حق کی طرف تھے ہر گشتی ہر دولت

یہ جب پھیلے ہیں سمیٹتی ہر دولت

سوئی قوم محسوب سب دام و دوسے
وہ اپنے بچ نہیں سکتی نکبت کی دوسے

جہاں بڑھ گئی انکی تعداد حد سے
رہا اس کو بہرہ نہ حق کی مدد سے

ڈروا لیسے چپ چاپ یغما ہوں

بچو ایسے شوموں کی ہر جہاں ہوں

لے صورت بیکرہ شام کے کنارے پر ملک شام کا ایک نہایت قدیمی شہر ہے کہتے ہیں کہ زمانہ کو اکثر علماء
اسی شہر کے تھے مسلمانوں نے اسکو اور شہر ملک کو تہذیبی میں فتح کیا تھا اور اب مدت سے ویران ہے۔
۷ میل بیکرہ شام کے کنارے پر ایک مضبوط اور مستحکم شہر تھا جس میں متعدد
قلعے تھے اور اب یہ بھی ویران ہے۔

۳ اصل جڑ بیات بلا کی جمع سے لینے بلاؤں کی جڑ۔

۴ بہتات کثرت افزاء۔

۵ یغما لوٹ۔ اور یغما لٹیر یعنی کاہل اور نیکے آدمی اگرچہ ظاہر میں ملک کو نہیں لوٹتے
مگر چونکہ انکو اندر سے مٹی پر بڑا چٹا ہے اسلئے انکو چپ چاپ یغما لٹیر کہا گیا ہے گویا وہ چھپکے ہیں
چھپکے ملک کو تاراج کر رہے ہیں۔

مگر اک فریق اور انکے سوا ہے	شرف جس سے نوری بشر کو ملا ہے
سب اس بزم میں جن کا نور ضیاء ہے	سب اس باغ کی جتنے نشوونما ہے
ہوئے جو کہ پیدا ہوں محنت کی خاطر	بنے میں رنے کی خدمت کی خاطر
نہ راحت طلب ہیں نہ دولت طلب وہ	لگے رتے ہیں کام میں روز و شب وہ
نہیں لیتے دم ایک دم بے سبب وہ	بہت جاگ لیتے ہیں سوتے بہت تیرے
وہ تھکتے ہیں اور چین پاتی ہوئی	مکالتے وہ اور کھاتی ہے دنیا
چنیں گرنے وہ ہوں کھنڈر کاخ و ایوان	نہیں گرنے وہ شاہ و کشور و عریاں
جو بویں نہ وہ تو ہوں جاندار کجاں	جو چھانٹیں نہ وہ تو ہوں گل گلستان
چلاتی ہے گاڑی انہیں کے سہارے	جو وہ کل سے بھینتی بھل ہوں سہارے
کھپاتے ہیں کوشش میں تاب و توان کو	گھٹاتے ہیں محنت میں جسم و رواں کو
سچے نہیں سمجھیں حال اپنی جاں کو	وہ مہر کے رکھتی ہیں زندہ جہاں کو
بس سطح جینا عبادت ہو ان کی	اور اس دہن میں مرنا شہادت ہو ان کی
مشقت میں عراونگی کشتی ہے ساری	نہیں آتی آرام کی اونکے باری
سدا بھگاک و درداونگی رہتی ہر جاری	نہ آندی میں عاجز نہ مینھیں میں عاری
نہ لوں جٹھیہ کی دم تر داتی ہے انکا	نہ بھڑکاکھ کی جی جڑاٹی ہے انکا
نہ احباب کی تیغ احساں سے گھائل	نہ بیٹے سے طالب نہ بھائی سے سائل
نہ کوکہ درد میں سنے آرام نائل	نہ دریا کو وہ لمحے رستے میں حائل
سنے ہوں کہی پرستم و سام جیبے	غیر اب بھی لاکھوں ہیں گم نام و بے

کسی کو یہ دُہن ہے کہ جو کچھ کمائیں	کھلائیں کچھ اور دیکھو کچھ آپ کھائیں
کسی کو یہ گد ہے کہ تحصیلیں بلائیں	پہا صاں کسی کا نہ ہرگز اٹھائیں
کوئی اٹھو ہے فکر فرزند و زن میں	کوئی بیچو ہر جُت اہل وطن میں
جو مصروف ہے کشمکاری میں کوئی	تو مشغول و کا نداری میں کوئی
عزیز و فکی ہے غمگساری میں کوئی	ضعیفوں کی خدمتگداری میں کوئی
یہ ہے اپنی راحت کے سامان کرتا	وہ کنبہ پہ ہے جان قربان کرتا
کوئی اس تگ و دو میں رہتا ہر دم	کہ دولت جہان تک ہو کیجے فراہم
رہیں جیتے جی تاکہ خود شاد و مہر م	میں جب تول پر نہ لیجائیں یہ غم
کہ بعد اپنے کھائینگے فرزند و نکاح	لیاس اٹکا اور اپنا ہو گا کفن کیا
بہت دلیس اپنی یہ رکھتے ہیں لال	اگر کھائیں یاں کوئی کار بنایاں
وہ ہوں تاکہ جب چشم عالم نہی نہاں	تو ذکر جیل و نکاح باقی رہے یاں
یہی طالب شہرت و نام لاکھوں	بناتے ہیں جمہور کے کام لاکھوں
بہت غلصہ اور پاک بندے خدا کے	انشاں جیسے قائم ہیں صدق و وفا کے
نہ شہر کے خواہاں نہ طالب شاکے	نمائش سے بیزار دشمن ریا کے
ریاضت سب انکی خدا کر لئے ہے	مشقت سب انکی قضا کر لئے ہی
کوئی انہیں ہر حق کی طاعت پھنوں	کوئی نام حق کی اشاعت پھنوں
کوئی زبرد و صبر و قناعت پھنوں	کوئی پند و وعظ جماعت پھنوں
کوئی سچ سے آپ کو ہے بچاتا	کوئی نادر ہے ڈوبوں کی تراتا

ہوا خواہ ملت براندیش کشود
جہاں کی پرکشوب کشتی کے لنگر

سب اس سخن کی نمود انہی ہیں

کسی پر ہو غم رنج و کلفت ہر ان پر
کہیں آئے آفت قیامت ہر ان پر

نیکوئی رہ گئیر تاراج یہ ہیں

یہ پتیاں کو میخوں سے ہیں جڑنیوالے
یہ غیروں کی ہیں آگ میں پڑنیوالے

جنوں سے زیادہ ہر کچھ انکا سزا

بڑھا کر قدم بھر ملتے نہیں یہ
جہاں بڑھ گئے بڑھ گئے ملتے نہیں یہ

جب اٹھتی ہیں اٹھ کر نہیں بیٹھتے یہ

سمائی ہر دلیں بہت اسکی عظمت
نہیں کرتی زیر انکو کوئی صعوبت

سمجھتے ہیں تقابینے لشکر خدا کے

ہر اک راہ لیتی ہے ہموارا دن کو
برابر ہے میدان و کوسارا دن کو

سمندر ہر پایاب تو کی نظر میں

بہت نوع انسان کے غمخوار و یادور
شدائد کے دریائے خویش شناور

ہر اک قوم کی بہت دلدل انہی ہیں

کسی پر ہو سختی صعوبت ہر ان پر
کہیں ہوں لاکت مصیبت ہر ان پر

کسی پر چلتے تیرا ج یہ ہیں

یہ ہیں حشر تک بات پراٹنے والے
یہ فوج حوادث کی ہیں لڑنے والے

امنڈ تا ہے رکھو سے اور انکا دریا

جالتے ہیں جب پاؤں ملتے نہیں یہ
گئے پھیل جب بھر ملتے نہیں یہ

مہم بن کے سر نہیں بیٹھتے یہ

خدا نے عطا کی ہے جو ان کو قوت
نہیں پھرتی انکا منہ کوئی رحمت

بہر وہ پہ اپنے دل و دہت پاکے

نہیں مرے کوئی دشوارا دن کو
گستاں ہر صحرائے پیرخارا دن کو

نہیں حائل کچھ کوئی رہ گدڑ میں

اسی طرح یاں اہل بہت ہیں جتنے
جہان کی ہر سب دھوم دھام انکرم سے

بغیر انکے بیزار و سامان تھی مجلس

زین سب خدا کی ہر گلزار انہیں سے
ملے ہیں سعادت کے آثار انہیں سے

انہیں پر ہی کچھ فخر ہے گر سیکو

انھیں سے ہر آباد ہر ملک و دولت
انہیں پر ہی موقوف تو مولیٰ عزت

دم انکا ہر دنیا میں حیرت خدا کی

انھیں کا اجالا ہے ہر رنگداز میں
انھیں کا ظہور اس سب خشک و تر میں

انہیں ہی ہے تہبہ آدم نے پایا

مگر بس یہیں کام پر اپنے اپنے
فقیر اور غنی سب طفیلی ہیں لکھے

نہوتے اگر یہ تو دیر ال تھی مجلس

زمانہ کا ہے گرم بازار انہیں سے
کھلے ہیں خدائی کما سارا انہیں سے

انہیں ہی ہے گر ہے شرف آدمی کو

انہیں سے ہر سر سبز قوم و ملت
انہیں کی ہر سب ریح مسکنیں برکت

انھیں کو ہی چھتی خلافت خدا کی

انہیں کی ہر روشنی و شہ و در میں
انہیں کے کرشمے ہیں سب بحر و در میں

کہ سر اس ہی روحانیوں نے جب کیا

لے کرہ زمین تین چوتھائی پانی اور ایک چوتھائی خشکی پر جس چوتھائی خشکی پر لے چھینا ہے زمین
سے اس مصرع میں لفظ خلافت پر اس سے قرآن مجید کی آیت بیٹن اشارہ ہے جس میں خدائے تعالیٰ نے انسان
کو اپنا خلیفہ اور نائبین فرمایا ہے یٰٰہادیٰ جاعل فی الارض خلیفۃ میں زمین پر اپنا نائب
سے آدم سب سے پہلے انسان کو نکلتے ہیں جس کا دوسرا لقب ابو البشر ہے۔

۵ روحانی اصطلاح میں اذن کو گول کو کہتے ہیں جو مذہب کو صوفی روحانی باتوں پر منحصر
کرتے ہیں۔ جیسے عیسائی مگر اس بند میں روحانیوں سے مراد ملائکہ ہیں جنہوں نے حکم
ایزدی آدم کے آگے سر جھکا یا اور سجدہ کیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فسجد الملائکۃ
کلہم اجمعون الاۃ۔ پس سجدہ کیا تمام فرشتوں سب کے سب نے۔

ہر اک ملک میں خیر و برکت ہو ان سے	ہر اک قوم کی شان و شوکت ہو ان سے
نجات ہو ان سے شرافت ہو ان سے	شرف ان کی خزانے عزت ہو ان سے
جفا کش بنو کر ہو عزت کے خواہاں	کہ عزت کا ہر بھید دلت میں نہ پائے
مشقت کی دلت جنہوں نے اٹھائی	جہاں میں ملی اونکو آخر ٹرائی
کسی نے بغیر سکے ہرگز نہ پائی	فضیلت نہ عزت نہ فرمانروائی
نہاں اس گستاخ میں جتنے بڑے ہیں	ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں
حکومت ملی اونکو صفار تھے جو	امامت کو پہونچے وہ قصار تھے جو
وہ قطبِ زمان ٹھہرے عطا تھے جو	بنے مرجع خلق خمار تھے جو
اولو الفضل یوں اٹھے تاج کتنے	ابو الوقت ہو گدھر کھلاج کتنے

۱۔ خراسان میں صفاریوں کی حکومت تیس برس رہی ہے یعقوب بن لیث الکافہلا بادشاہ ہے صفار ٹھیکرے کو کہتے ہیں یعقوب اول ہی کام کرتا تھا یہ حاکم سیستان کے یہاں فکر ہو گیا۔ یہاں تک رفتہ رفتہ خراسان، نیمروز، کرمان، اور فارس وغیرہ پر تسلط ہو گیا۔ ابند میں اور بھی کئی پیشہ دروں کے نام آئے ہیں مثلاً اقتصاد ہوئی، کو خبت، بڑھئی، کوسراج، زمین گر کو اور حلاج و صفیہ کو کہتے ہیں۔ بڑے بڑے امک و دین اور علماء و مشائخ یہ تمام پیشے کرتے تھے۔ اولو الفضل اصحاب فضل مکمل کو کہتے ہیں اور ابو الوقت اور ابن الوقت اہل سلوک کی اصطلاح میں عرفاء کے درجہ میں جن میں سے ابو الوقت اعلیٰ مرتبہ سمجھا جاتا ہے۔

کمینہ کی صحبت میں بر باد جو ہیں
مگر نگاہ آباؤ اجداد جو ہیں

یہی فخر آباؤ اجداد ہوتے

بہت انہیں ہیں جتنا جو ہر قابل
انہیں ناقصوں میں پوشیدہ کامل

ہزاروں انہیں ہیں فقیر طوسی و رازی

جہاں شور ہے ہر طرف ناکسی کا
کہی علم و فن پر تھا قبضہ اسی کا

وہی خون ہو در نہ کو نہیں ہماری

زرد مال سی ہا قہ تم دہو چکے ہو
بزرگی بزرگوں کی سب کھو چکے ہو

کہ باقی ہو ترکیہ ہی اک سلف کا

یہی نوجوان پھرتے آزاد جو ہیں
شریفوں کی کہلاتے اولاد جو ہیں

اگر نقد فرصت نہ یوں مفت کھوتے

یہی جو کہ پھرتے ہیں بے علم و جاہل
رذائل میں نہاں ہیں انکے فضاہل

ہنوتے اگر مائل لہو و بازی

یہی قوم ہے ہمیں قحط آدمی کا
نہیں جہل میں جس کے حصہ کی کا

وہ پختیس بہتیں سوسو کو شش کی ساری

حکومت سے یا لوس تم ہو چکے ہو
دلیری کو ڈھک ڈھک کر منہ رو چکے ہو

مدار ب فقط علم پر ہے شرف کا

۱۔ طوس مشہد مقدس کا قدیم نام ہے۔ اور یہاں طوسی مراد خواجہ نصیر الدین بھٹک طوسی ساتویں صدی
ہجری کے ایک اسلامی حکیم ہے جو ہلاکو خان کے صاحبِ خلیس اور شیر تیر اور جنگی تصانیف اکثر علوم
و فنون میں ابو نصر ابو علی سینا کی تصانیف کے پیغمبر بھی جاتی ہیں۔

۲۔ رازی سے کا باشندہ۔ رے عراق کے ایک قلیل نامی شہر ہے۔ اور یہاں رازی مراد امام فخر الدین رازی ہے
جسکی ولادت ۵۰۵ھ میں ہوئی تھی۔ یہاں انہیں نے جو جلیل القدر عالم گذری ہیں۔ انکی تصانیف مختلف علوم و فنون
و مذہب میں پچاس سے قریب شمار کی گئی ہیں جن میں صرف قرآن مجید کی تفسیر بارہ جلدوں میں ہے۔

کہ ہے علم سر پایہ فخر انساں	ہمیشہ سوچتے آہیں سب یاں
رہا اتفاق اپنے قوموں کا یکساں	عرب اور عجم ہند اور مصر و یوناں
کھلی آہیں اتناک شہادت نہ تھی کچھ	یہ دعویٰ تھا کہ جسے جنت نہ تھی کچھ
پر کھنے کی جگہ نہ آئی تھی باری	جوانہ بھاک سبکی نظر و نہیں بھاری
نہ تھیں طاقتیں کسی معلوم ساری	فضائل تھے سب علم کے اعتباری
کہ ہر علم میں زور دست الہی	یہ اب بجز و بردے رہی پس گواہی
بنایا سمندر کو بازار اس نے	سمیا کو ہساروں کو ہسار اس نے
ثوابت کو ٹھہرایا سیار اس نے	زمینوں کو منوایا دوار اس نے
دیا پتلیوں کو شکت آدمی کا	لیا بھاپے کام لک کر کشی کا
جہا زول کو خشکی میں چلو انیوالا	یہ پتھر کا ایندھن ہے جلو انیوالا
زمین کے خزانے اگلوانے والا	تھداؤں کو سانچے میں ڈھلو انیوالا
یہی آدمی کو ہے لیے پر اوتا	یہی برق کو نامہ بر ہے بنا تا
تحقیقات صدیدہ سے ثابت ہوا ہے کہ زمین ساکن نہیں بلکہ متحرک ہے اور آفتاب کے گرد گھومتی ہے۔	
تحقیقات قدیمہ میں سچ سیارہ کے علاوہ باقی ستارے ثوابت مانے جاتے تھے مگر اب تحقیقات جدیدہ ثابت ہوا ہے کہ سچ سیارہ کے علاوہ اور بھی سیارے ہیں۔ بلکہ سچے شمس اور بہت زیادہ امارت جمع قمر آسمان پر نظر آتے ہیں۔	
تھداؤں کا سانچے میں ڈھلانا اشارہ ہے زمین کو گمان اور گرامنوں کی جانب۔	

ترقی کے لشکر کا سالار ہے یہ
کہیں جنگجو یوں کا ہتھیار ہے یہ

بنایا ہے رو باہ شیروں کو اس نے

کیسے اس نے زیر اسنی اور میانی
گئے زائلی بھول سب پہلوانی۔

پڑے سامنے سکے چرگش نہ یلیم

سواروں کو پیادوں کے ہر رک دلاتا
حصاروں کو ہر چکیوں میں اڑاتا

نہ ٹھہری زورہ اسکے لگے نہ بکتہ

تہن کے ایوان کا معمار ہے یہ
کہیں دستکاروں کا اوزار ہے یہ

دکھایا ہے نیچا دیروں کو اس نے

اسی کی ہر اب چار سو حکمرانی
ہوے رام دیوان ہاشند رانی

ہوا اسکی طاقت سرتسین عالم۔

یہ لاکھوں پہ ہے سیکڑوں کو چڑھاتا
جہازوں کے ہر زورقوں کو بھڑاتا

اہو کوئی حربوں سے اسکے نہ مبرا

لے اترنی ارنییا کے باشندے اور میانی یمن کے باشندے۔

۱۵ وایت ماژندران ویلم اور گیلائگ مشرق میں ہر اس نواح کے اکثر باشندے اب روس کے ماتحت ہیں
جنکو فروغی شاہنامہ میں ماژندران کو دیکھا ہر گلاب پور کے فنون جنگ نے اوکو سہی غلوب کر کے چھوڑا۔

۱۶ زمانہ قدیم میں زابل کے نام وہ ملک مشہور تھا جس کے مشرق میں کابل مغرب میں سیستان جنوب میں سندھ
اور شمال میں کوہستان ہزارہ ہر قدر غزنیں میندراؤ اور فراہ وغیرہ اسکے مشہور شہر تھے۔ کیا نیوں کے
زمانہ میں یہ ملک ستم کے فائدان کی حکومت میں تھا۔ وہاں کے باشندے کو زابل اور زابلستانی کہتے ہیں۔

۱۷ چرکس شکر کشیا کے باشندوں کو کہتے ہیں۔

۱۸ ویلم ایک ہزاروی ملک کا نام ہے پہلے ایران شمال تھا اور اب عہداری روس میں داخل ہر اس ملک
کے باشندے کو بھی ویلمی کہتے ہیں جن کے بال اکثر گھونگروں سے ہوتے ہیں۔ ۱۹ ذوق چھوٹی کشتی کو کہتے ہیں

تنبہوں نے بنایا او سے اپنا یا اور	ہر اک راہ میں اسکو ٹھہرا رہا
یہ قول آکل صداق آتا ہے او نیر	کہ اک فرع پہ نوع انساں سر بر تر
الگ سب کام انکے اور طور پر	اگر غضب میں انساں وہ اوریں کچھ
بہت اونکو معجز نما جانتے ہیں	بہت دیوتا ان کو گردانتے ہیں
پہ چوٹیاں ٹھیک انکو پہچانتے ہیں	وہ اتنا مقرر انہیں مانتے ہیں
کر دینا نے جو کی تھی اب تک کمائی	وہ سب جزو کل کچھ حصہ میں آئی
کیا علم نے اونکو ہر فن میں بخت	انہم ہمسرا کوئی ان کا نہ ہمت
پہر ایک چیز اونکی ہر ایک کام انکا	سمجھ بوجہ سے ہے زمانہ کی بالا
صنائع کو سب انکو لگتے ہیں الیہ	عجائب میں قدرت کے حیران چھویر
دیئے علم نے کھول آئینہ خزانے	چھپے اور ظاہر نئے اور پرانے
بتائے انہیں غیب کے مال خزانے	دکھائی فتوحات کے سب ٹھکانے
ہو جیسے چھائی ہو سب بحر و بر	وہ یوں چھا لے خواہ اور باختر
یہ سچ ہے کہ ہر صل تعلیم دولت	رہی ہے سدالشت حکمت حکومت
ہوئی سلطنت جنگی دنیا سے اخست	نہ علم انہیں باقی راہ اور نہ حکمت
نہ یونان محکوم ہو کر رہا کچھ	نہ ایران تاج اپنا کھو کر رہا کچھ
پہ اک خاکش صبر و ہمت میں کامل	یہ کہتا تھا محنت سے کھٹتا تھا جیل
کہ جن سختیوں کا اٹھانا ہے مشکل	وہی میں کچھ ہر دل اٹھانے کے قابل
حلال آدمی کو ہے کھانا نہ پینا	نہو ایک جنگ لہو اور پینا

علوم و ہنر کا مجموعہ ہے فیض مسد علی اور تاج اقتدار و تاج کار نامہ تھا۔ عمرت ہر حال

نہیں سہل گر صید کا مائدہ آنا نہ بیٹھو جو ہے بوجھ بھاری اٹھانا	تو لازم ہے گھوڑوں کی سر پہ بھگانا ذرا تیز ہانکو جو ہے دُور جانا
زمانہ اگر ہم سے زور آتا ہے	تو وقت اور عزیز وہی زور کا
کرو یا اپنے بزرگوں حالت اٹھاتے تھے برسوں سفر کی مشقت	شداید میں جو مارے تہو نہ ہمت غریبی میں کرتے تھے کسب فضیلت
جہاں کھنچ جاتے تھے علم و ہنر کا	نکل گھر سے لیتے تھے رستہ ادھر کا
عراقیں و شامات و خوارزم و توران وہیں پے سپر کر کے کوہ و بیابان	جہاں جنس تعلیم سنتے تھے انداز پہنچتے تھے طالبانِ افتخار
جہاں تک علم بن سلام کا تھا	ہر اک راہ میں انکا نشانیدار تھا

لے عراقین و رومن عراق یعنی عراق عرب و عجم چونکہ ایران کا پہلاڑی حصہ ہوا جسکو بلا و بیل کہتے ہیں
لے ملک شام کو انکے مختلف حصوں کے لحاظ سے شامات بھی کہتے ہیں جیسے گیلانات و شروانات
گیلان و شروان کو کہتے ہیں۔

لے خراسان کے شمال میں بحرِ خوارزم یعنی جھیل بوزال تک جبکہ دارالحکومت اس زمانے میں
خیوہ ہے۔ ابتداً سندھ و ہندوستان سے سلطان محمود خوارزم شاہ تک (جبکہ فاتحہ چنگیز خان کیا) بڑے
بڑے علیل القدر بادشاہ یہاں حکمران رہے اور اب روس کا تخت ہوا۔ کرکائی، جرجانی، شیوا، زرخش
اور ہزارہ سب اس کے بڑے شہر ہیں۔

لے ملک توران زمانہ سابق میں دریگ سندھ سے تحصیل بوزال تک مانا جاتا تھا اور یہ ایران کا
مشرقی حصہ تھا اب اسکا کچھ قبہ روی علمداری میں شامل ہو گیا ہے۔

بہت خوشان بے اشتہا تم نے کھائے	بہت بوجھ بندھ بندھ کئے تھے اٹھائے
بہت آس پر سادگی راگ گائے	بہت عارضی تنہو جلوی دکھائے
بیل بپنی گردن پر رکھو جو آئیم	کرو حاجتیں آپ اپنی رواج تم
تمہیں اپنی مشکل کو آساں کرو گے	تمہیں درد کا اپنے درماں کرو گے
تمہیں اپنی منزل کا ساماں کرو گے	اگر وہ تمہیں کچھ اگر بیاں کرو گے
✓ چھپا دست ہمت میں زور قضا کرے	مثل ہر کہ ہمت کا حامی خدا ہے
سراسر ہو گو سلطنت فیض گستر	رعیت کی خود تربیت میں ہو یاد
مگر کوئی حالت نہیں اس سے بدر	اکہ ہر بوجھ ہو قوم کا سلطنت پر
ہو اس طرح ہاتھ نہیں اُسکے رعیت	کہ قبضہ میں غسال تھے جیسے بیت
وہی گڑ تجارت کے اُسکو سنبھالے	وہی صنعت اور حرفت اُسکو تباہے
وہی کشتکاری کے آئیں سکھائے	وہی اسکو لکھوائے وہی پڑھائے
بلا جس رعیت کو ایسا سہارا	کیا آدمیت نے اُس کو کرا
یہی سلطنت کی ہر کافی اعانت	کہ ہو ملک میں امن اُسکی بدولت
نفوس اور اموال کی ہو حفاظت	حکومت میں ہو اعتدال اور عدالت
نہ تو ر رعیت پہ بیجا ہو کوئی	نہ قانون جھٹ کا رفر ہو کوئی

لے اس بند میں بے اشتہا خوان کھانے اور بندھ بندھ کے بوجھ اٹھانے اور سنا کے سہارے پر راگ گانے اور عارضی جلوے دکھانے سے یہ مراد ہے کہ اُنک جس قدر انگریزی تعلیم تم نے حاصل کی ہے گو خوشی کی ترغیب سے کی ہے اپنی تعلیم کا آپ نکر نہیں کیا۔
 لے جو (۱) قلعہ و لگڑی کے بیلوں کی گردن پر رکھی جاتی ہے۔

جہاں ہو یا انداز فرماں روائی	رعیت کی ہر وال نیٹ سیمائی
کہ ہر کام میں اس ڈھونڈ ہے پائی	اگرے آپ اپنی نہ مشکل کشائی
کھڑا ہو سہارا اک اڑوار کنگھڑ	بٹھی وہ جہاں آرہے یہ میں پر
گیا اب وہ دلتنگیوں کا زمانہ	کہ اپنوں کا حصہ تھا پڑ سنا پڑانا
برہمن کا پہنے اگر شدربانا	تو اس پر نہیں اب کوئی تازیانہ
ہوئے برطمان سب نشیب و فراز	سفید و سیہ میں نہیں امتیاز
بس اب وقت کا حکم ناطق ہے ہر	کہ جو کچھ ہے دنیا میں تعلیم ہے
یہی آجکل اصل فرماندہ ہے	اسی میں چھپا سر شاہنشی ہے
ملی ہے یہ طاقت اسی کیمیا کو	کہ کرتی ہے یہ ایک شاہ و گدا کو
سکھاتی ہے محکوم کو یہ اطاعت	بجھاتی ہے حاکم کو راہ عدالت
دلوں کھاتی ہے نقش عداوت	جہاں سے اٹھاتی ہے رسم بغاوت
یہی ہر رعیت کو حقدار کرتی	یہی ہے کہ و مہ کو ہموار کرتی
منشی ہے غریبوں کی فریاد اسی نے	کیا ہے غلامی کو رباد اسی نے
ریپبلک کی ڈالی ہے بنیاد اسی نے	بنایا ہے ٹیکاک کو آزاد اسی نے
سقیہ بھی کرتی ہے یہ اور رول بھی	بناتی ہے آزاد بھی باوقاب بھی

۱۔ رزمہ کی بول چال میں ضروری اور تاکید حکم کو کہتے ہیں۔
 ۲۔ ریپبلک سلطنت جمہوری جس میں تمام رعیت کو انتظام ملک اور وضع قانون وغیرہ میں مداخلت ہوتی ہے جیسے بالفعل فرانس اور امریکہ وغیرہ میں جاری ہے اور روس کی رعایا بھی اس خواہش کر رہی ہیں
 ۳۔ ریپبلک جمہور رعایا، انگریزی لفظ ہے۔

تجارت نے رونق ہو یا بسو بانی	کہ سپیچ اسکے آگے ہر فرمانروائی
فلاح کی مینزلت ہے بڑائی	کہ فلاح کرتے ہیں جس نہ نائی
ترقی یہ صنعت کو دیتی بھلائی	کہ ہوتی ہے معلوم قدرت خدائی
یہ نا اتفاقی ہے قوموں سے کھوتی	یہ قومی محبت کا ہے بیج بھوتی
یہ آپس کے کینے دلوں سے دھوتی	یہ دانے ہے سب ایک لڑیں پھوتی
یہ قحطوں پہ خط کی طرح ہے گذرتی	کہ رڑوں دلوں کو یہ ایک کرتی
جہاں نہیں واں نہ قوم اور ملت	نہ ملکی حمایت نہ قومی حمیت
جدا ہے رنج اور جدا ہے کسرت	الگ ہے کی دلت الگ ہے کسرت
خبر واں نہیں یہ کہ ہر قوم شرمگیا	پچھپا ہے حق میں تعلق یہ ہر کیا
جنہوں نے کہ تعلیم کی قدر و قیمت	نہ جانی رہ مساط ہوئی اُس نہ دلت
ملوک اور سلاطین نے کھوئی حکومت	گھرانوں پہ چھائی امیروں کو کجبت
رہی خاندانی نہ عزت کے قابل	ہو گئے سارے دعویٰ شرافت کے چال
نہ چلتے ہیں واں کام کار کیونکے	نہ برکت ہے پیشہ میں پیشہ وروں کے
بگڑنے لگے کھیل سودا گروں کے	ہوئے بند دروازے اکثر گھروں کے
کہاتے تھے دولت جو دن رہے	وہ آئیں دہریا تہہ پر تہہ بیٹھے
ہنر اور فن واں میں سب گھٹتی جاتی	ہنر مند میں روز شب گھٹتے جاتے
ادب و نیک فضل و ادب گھٹتے جاتے	طیب اور نیک مطب گھٹتے جاتے
ہو گئی لیست سب فلسفی اور مناظر	نہ ناظم ہیں سر سبز آنکھ نہ ناظر

تو کپڑا وہ اک اور دنیا سے لائیں
تو مشرق سے مغرب میں لے کر گئیں

لیکن کس کی رو میں تاراج ہو رہا

نہ برتن ہیں گھر کے نہ زیور پر گھر کا
صریح ہے گھر کی نہ سانچہ پر گھر کا

اناثہ ہے سب عاریت کا گھر میں

تو مرجائیں بھوکے وہاں اہل حرفت
دکانوں میں ڈھونڈ بھی پائیں بھٹکا

طخیلی میں سیٹھ اور تجار واپس

وہ کاش اب بھی غفلت سے باز پائیں
کہ میں بے پناہ آئینوالی بلانئیں

چراغوں کو نالوس بن اب خطر ہی

ہر ایک فوج کا جائزہ لے رہا ہے
انہیں بخشا تیغ و طبل دلو رہا ہے

رسالوں سے نام اکٹھے ہیں کٹی جاتے

اکر فلیں تمہاری بنیں جسے انساں
امیروں میں ہو نورِ تعلیم تاباں

کوئی کشتی دین و ملت کو تھامے

اگر دھپینے کو ٹوپی سنائیں
جو سینے کو وہ ایک سوئی تنگائیں

ہر اکے میں غیر و نہ کے محتاج ہیں

نہ پاس آنکھ چادر نہ بستر ہے گھر کا
نہ چاقو نہ پیچی نہ شتر ہے گھر کا

کنول مجلسوں میں قلم دفتر نہیں

جو مغرب سوائے نہ مال تجارت
ہو تجارت پر نہ راہ معیشت

یہ اسے سہارے میں ہی پارہاں

یہ میں ترکِ تعلیم کی سب سرائیں
مبادارہ عافیت پھر نہ پائیں

ہوا بڑھتی جاتی سر رہ گندہ ہے

لئے فروختی دوراں کھڑا ہے
جنہیں ماہر اور کرتبی دیکھتا ہے

پہ میں بے بہرہ کیلیم چھٹتے جاتے

بس اب علم و فن کے وہ پھیلاؤ ساماں
غریبوں کو راہ ترقی ہو آساں

کوئی انہیں دنیا کی غرت کو تھامے

زمانے میں ہو منہ دکھائی کے قابل
خطاب آدمیت کا پائے کے قابل

لگیں کرنے آپ پتی اپنی مدد وہ

ترقی کی اور اودن کو غمت دلاؤ
ستوں اس کھنڈر گھر کے ایسے بناؤ

بٹھائیں انھیں سر پہ ان پرچے

تو پادگے اپنے میں تم اک جماعت
گھر انہیں پھیلانگی خیر و برکت

عوض تکو ال سکادہ چند دیگی

ہنر سپہاں پیرو برناںدا تھے
وطن کی محبت میں یکسر فنا تھے

نہ تھا اس سوچھوٹا بڑا کوئی خالی

کہ ہوتے تہو جو علم و حکمت کو بانی
حیات ان کو ملتی تھی وہاں جاودانی

پس از مرگ پچھتے تھے وہ دکھلا

بنے قوم کھانے مکھانے کے قابل
تملن کی مجلس میں آنے کے قابل

سمجھنے لگیں ان پر سب نیک بڑے

کرو قدر راو نکی ہنر جن میں پاؤ
دل اور جو صلے اون کے ملکر بڑاؤ

کوئی قوم کی جسے خدمت بن آؤ

کردگے اگر ایسے لوگوں کی عزت
بڑا بیگی جو قوم کی شان و شوکت

مدد جس قدر تھے وہ آج لے گی

ترقی کے یوناں کی اسباب کیا تھے
تملن کے میدانیں زور آزمائے تھے

مقا صد بڑے اور راوی تھی

سب کچھ نہ تھا اسکا جز قدرتانی
ترقی میں کرتے تہو جو جانفشانی

وطن جیتے ہی اپنے قرباں تھی

لے قیام یونانیوں میں یہ سب تو تھا کہ جو شخص اہل کمال ہو جاتا تھا تو باشندگان یونان اس کا بت بنا کر
عام گذر کا ہونے نصیب کرتے تہو اور اسکو مثل دیوتا کے قرار دے کر اس کی پرستش کیا کرتے تہو
اس جو صلہ افزائی سے قوم میں بڑے بڑے علماء و حکماء پیدا ہو گئے تھے جنکے سپر (خیمے)
اب بھی یونان کے بعض بعض مقامات میں نظر آتے ہیں۔

کہ تھا اک جزیرہ نے رتبہ یہ پایا	اسی گرنے تھا جوش سب کو دلایا۔
اسی نے تہا یوناں کو یوناں بنایا	اسی شوق نے تھا دلونکو بڑھایا
کہ ہو قوم کے دل سے عظمت ہماری	اس امید پر کوششیں تھیں ساری
جنہیں سلطنت کی ہو مطلوب قربت	جنہیں ملک میں اپنی رہنمی ہو قوت
جنہیں دین کی ہو منظور ذلت	جنہیں تھامنی ہو گھرانے کی عزت
انھیں فرض ہے قوم کی نگہ ساری	جنہیں نسل و اولاد ہو اپنی پیاری
کہ حالت یہ ہیں قوم کی اٹلے کتے	بہت دل ہیں نرم ان دنوں ہو جاتے
نہیں آپ کچھ کر کے لیکن دکھاتے	تنزل یہ ہیں اسکے آنسو بہاتے
وہ ہیں آپ ہی ہاتھ ملتے ہیں چہرے	خبر بھی ہو دل کچھ جلتے ہیں کپڑے
فقیروں کی دانشوروں کی فضیلت	رہنمون کی جاگیر داروں کی دولت
ادیبوں کی اور شاعروں کی فصاحت	بزرگوں کی اور واعظوں کی نصیحت
جو کام آئے بہرہ میں سچمن کی	چھتے بچکے اکھنڈ ہیں بل وطن کی
جماعت کی فلت میں ہر سب کی فلت	جماعت کی عزت میں ہر سب کی عزت
نہ شخصی بزرگی نہ شخصی حکومت	رہی ہے نہ ہرگز ہے کی سلامت
ہری ہو گی جڑ اس گلستان میں جنکی	وہی شاخ پھولگی یاں اچھیلیگی
تو بھگا گمراہت میں ہے اپنی آتما	فوج ہے جب چوٹا کوئی پاتا
فوج اپنی ایک ایک کہہ سکھاتا	انھیں ساتھ لے لیکے ہریاں سے جاتا
لکائی ہو ایک اک کی لاکھوں میں پتے	سدا اونکے ہیں سطح کام چلتے

عرب کلام و فنون
مکتبہ اسلامیہ

بنی نوع کی اپنی برائے حاجت
کری انہ وقت اپنی ساری غنیمت

کہ ہوا آدمی کو نہ پاس آدمی کا

گئے آپ کو جو کہ عالم کا سرور
خدا کا بنے جو کہ دنیا میں منظر

مسلم ہر مٹی کے کپڑے نہیں جتنا

ہر اک فرد انسان کا تھا جو حامی
برابر تھے کلی وزنگی و شامی

برو دنیا ہمیشہ بھلا جسے چاہا

پکڑا ہاتھ جلد او سکی امت کا یارب
عباد اس سے جو ہو کائنات کا یارب

ہوا اپست اسلام مٹی سے اسکی

جب اک چیمپنا جیمین انش حکمت
معیشت سے ایک اک کو بخشے فرخت

تو اس سے زیادہ ہی بیعت کی کیا

غضب ہے کہ جو نوع ہو سب سے برتر
وشتوں سے جو سمجھے اپنے کو بڑھ کر

نہو مردی کا نشان نہیں اتنا

الہی بحق رسول تہلے می
جسے دور و نزدیک تھو گرامی

شیر و دل کو ساتھ اپنے جسے نباہا

طفیل اسکا اور اسکی عزت کا یار
اک برا سپنہ بیچ اپنی رحمت کا یارب

کہ ملت کو ہر رنگ سے تھی سے اسکی

سے تہا می تہامہ کار ہے والا۔ تہامہ ملک حجاز کے شرقی حصہ کو جو براحق کے کنارے میں سے

بینج النخل تک چلا گیا ہے کہتے ہیں جسکے مشہور مقامات، حمیر، ابو عریش، حدہ، خلیص،
بدر، حنین، یسوع، وغیرہ ہیں۔ چونکہ مدینہ منورہ بھی سرزمین تہامہ میں شامل ہے اس لئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تہامی کہتے ہیں۔

سے گئی مکہ کا، زنگی رنگبار کا، شامی شام کا رہنے والا۔

سے عزت پہنے املا۔

کہ رستہ ہو گم رہو ورنہ ہمارے
نہ چشم اعانت ہو دست و عصا سے

دلو نہیں امید و کی جاحشر نہیں

فرانکی آنکھوں سے پردہ اٹھا دے
جو ہونہ ہے کل آج اونکو سبھا دے

سفینہ بنا کہیں طوفان سے پہلے

بچا اونکو اس تنگنا سے بلا سے
نہ امید یار ہی ہو یا آشنا سے

چپ رستہ جہانی ہوئی ظلماتوں

انہیں کل کی فکر آج کرنی سکھا دے
کینکھارہ بازی دوراں دکھا دے

چھتیں پائلیں تاکہ بارش سے پہلے

ت م م ت

۱۔ تنگنا سے تنگی۔ وہ گلی جو تنگ ہو تنگ جگہ۔ درہ بہار کا۔

۲۔ رہو و سہرا د عالم مسلمان اور رہنما سے حضرات علمائے کرام۔

۳۔ یاری۔ مددگاری کرنا۔ مدد کرنا۔

۴۔ کینکھارہ۔ گھات کی جگہ جہاں دشمن کی تاک میں بیٹھیں۔

۵۔ سفینہ کشتی۔ ناؤ۔

۶۔ طوفان۔ آب کشیر۔ پانی کی روج و مکانون کو گرا دیوے اور انسان و حیوان کو بہا لیجاوے

آندہ ہی بہت تیز ہو۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرض حال بنجانب و رکائات علیہ افضل الصلوٰۃ و کمال التحیات

اے خاصہ خاصانِ رسولِ وقتِ عالم،
جو دین بڑی شان ہو کھاتھا وطن کے
جس دین کے مدعو ہو کبھی سیر زد کری
وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس کے چرنگا
جو دین کہ تھا شرک و عالم کا گھبرا
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مثلانے
جس دین نے تہو غیروں کے دل اکڑائے
جو دین کہ سہر و دینی نوع بشر تھا
جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی
جو دین کہ گود میں پلا تھا حکما کی
جس دین کی حجت سے سب ایمان بگلا
ہے دین تر اب بھی وہی چشمہ صافی
عالم سو عقل ہے جاہل ہے سو وحشی

امت پر تری اکے عجیب وقت پڑا ہے
پر دیں میں وہ آج غریب الغریب ہے
خود آج وہ مہمانِ سرِ فقر آ ہے
اب اسکی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
اب اسکا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے
اُس دین میں خود تفرقہ اب اگر پڑا ہے
اُس میں میں خود بھائی و اب بھائی جدا ہے
اب جنگ و جدلِ حایہ طرفِ امین ملایا ہے
اُس دین میں اب فقر و باری نہ بچا ہے
وہ عرصہ تیغِ جہلاؤ سُنہا ہے
اب محض اُس دین پہ ہر سزہ درہا ہے
دیندار و نہیں پُرکب ہو باقی نہ صفا ہے
منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے

یاں راگ ہو دن رات تو اس نگہ و ریز
 چھوٹو نمبر طاعت ہے نہ شقوت سے ہر نمبر
 دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر
 ہے دین کی دولت بہا علم سے وفق
 شاہ ہے اگر دین تو علم اسکا ہے زیور
 جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
 گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی طرائی
 ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے ز آخر
 جس قصر کا تھا سر بھنگ گنبد اقبال
 بیڑا تھا نہ جو باد مخالف سے خبردار
 وہ روشنی بام دور کشور اسلام
 روشن نظر آتا نہیں ان کوئی چراغ
 عشرتکدہ آباد تھے جن قوم کے ہر سو
 چادش تھم لگا رہے جن رنگد رنمیں
 وہ قوم کا فاق میں جو سر بھنگ تھی
 جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حکم کی
 کھوج کھج کمالات کا لگتا ہے باتنا
 بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں نبی

یہ مجلس عیان ہے وہ بزم شرفا ہے
 پیار نہیں محبت ہے نہ یار نہیں وفا ہے
 اک دین ہے باقی سو وہ بزرگ وفا ہے
 بے دولت و علم ہمیں رونق نہ بہا ہے
 زیور ہے اگر علم تو مال و سکی جلا ہے
 اُس قوم کی اور دین کی پانی پہ نہا ہے
 پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے
 مدت سے اسے دوزماں میٹ رہا ہے
 ادبار کی اب گونج ہی نہیں صدا ہے
 جو چلتی ہے اب چلتی خلافت اُس کو ہوا ہے
 یاد آج تلک جسکی زمانے کو ضیا ہے
 بچنے کو اب گر کوئی بچنے سے بچا ہے
 اُس قوم کا اک ایک گھرب بزم غزا ہے
 دن رات بلند انہیں فقیر کی صدا ہے
 وہ یادیں سلاطین کی اب رو بھگا ہے
 اب علم کا دان نام نہ حکمت کا پتا ہے
 گم دشت میں اک قافلہ بطل مدہا ہے
 ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم خدا ہے

کھی آس تو کھا خوف بھی ہمارا جا کے
 جو کچھ میں وہ سب اپنی ہی ہونگے کزوت
 دیکھ میں دین اپنی ہی غفلت کی بند
 کی زیب بدن نے ہر پوشاک گناہ کی
 درکار ہی یاں معرک میں جوش خفتاں
 دریائے پراشوب اک راہ میں حال
 ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی جہاں
 یاں لکھے ہیں سود کو درم لیکے پڑنے
 فریاد ہر اکے کشتی اُمت کے لگھیاں
 اے چشمہ رحمت پانی اُنت و اُحی
 جس قوم نے گھرا اور وطن تجھے چھوڑا
 صدمہ دردناں کو ترس جیسے کہ ہونچا
 کی تو نے خطا عفو ہر ان کینہ کشوگی
 تنواریا تو دیکھ کے عفو اور ترحم
 جو بے ادبی کرتے تھے شعاریں تری
 بڑا تو ترے جبکہ یہ اعدا سے میں اپنے
 کرحق سے دعا است مرحوم کو حق میں
 اُمت میں تری نیک بھی ہیں بھی سزگیز

اب خوف سے بہتے دانہیں نہ رہا ہے
 شکوہ ہر زلے کا نہ قیمت کا گلا ہے
 سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے
 اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے
 اور دروش پیاروں کے وہی کہنہ روا ہے
 اور بیٹھ کے گھوڑا نوپاں قصدا ہے
 ولس قافلہ سب گھر سے تہید ست چلا ہے
 اور سکے رواں شہر میں بدست نیا ہے
 بیڑا یہ تباہی کے قریب آن گلا ہے
 دنیا پہ ترالطف سدا عام راہ ہے
 جب تو نے کیا نیک سلوک اُن سے کیا ہے
 کی اُن کے اُن تو نے بھلائی کی دے ہے
 کھا دانہیں جنہوں نے تجھے زہر دیا ہے
 ہر باغی و مکرش کا سر آخر کو جھجکا ہے
 منقول او نہیں سو تری پھر مرح و شہا
 اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے
 خطر و نہیں بہت جسکا جہاز اگر گھرا ہے
 دلدادہ تر اکیسے ایک دانہیں سوا ہے

ایمان چہ کہتے ہیں خفیہ میں ہمارے
 ہر حقیقت میں ہر مخالف میں ترانام
 جو خاک ترے در پہ چارو پے اُڑی
 جو شہر ہو اتیری ولادت سے مشرف
 جس ملک سے پائی تری ہجرت سے سعادت
 کل دیکھتے ہیں آؤ غلام کو ترک کیا
 ہم نیک میں یا بد میں پھر آخر میں تھا
 گرد میں تو حق اینا ہو کچھ اور زیادہ
 تدبیر سے بچنے کی ہمارے نہیں کوئی
 خود جاہ و طالب میں عزت کے ہر خواہاں
 گردن کو جو کھول نہیں دلت سے ہماری
 عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں ساریں
 ہاں حالی گستاخ نہ بڑھ حد تک

وہ تیری محبت تری عزت کی دلا کر
 ہتھیار جو انوکھا ہے پیرو کا عصا
 وہ خاک ہمارے واروئے شفا ہے
 ابتک ہی فیض تری اُمت کا رہا ہے
 کعبہ کے کشش اس کی ہر اک دلیں سوا
 ابتک تو ترے نام یہ اک ایک خدا ہے
 نسبت بہت چھپی ہو اگر حال بُرا ہے
 اخبار میں الطالع لٹی منے سنا ہو
 ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے
 پر فکر ترے دین کی عزت کی سدا ہے
 اُمت تری ہر حال میں رُحی برضا کر
 اب دیکھ لیں یہ بھی جو کہ دلت میں مزار
 باتوں کی ٹپکنا تری اب صاف گلا ہے

ہے یہ بھی خبر چہ کہو کہے کون مخاطب
 یاں جنبش لب خلع از آہنگ خطا ہے

سمش العلماء مولانا حالی کے حالات زندگی

ولادت اور خاندان مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی جنہوں نے اردو شاعری کے قالب میں نئی روح پھونکی اور جو اس صدی کے مسلم الثبوت اردو شاعر نہیں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور جن کی نظمیں ہندوستان میں کچھ بچہ کی زبان پر ہیں۔ انکی ولادت پانی پت میں جو دہلی سے شمال کی طرف ۵۳ میل کے فاصلہ پر آباد ہے ۱۸۱۸ء میں واقع ہوئی۔ اس قصبہ میں کچھ کم سات سو برس سے قوم انصار کی ایک شاخ آباد چلی آتی ہے۔ غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت میں اس شاخ کے ایک بزرگ خواجہ ملک علی نام ہرات سے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ سلطان بلبن نے جو قدیم اشراف خاندانوں کی بہت عزت کرتا تھا۔ انکو پرگنہ پانی پت میں چند عہدہ اور سیر حاصل دیہات بطور مدد معاش کے عنایت کئے۔ اور قصبہ کے اندر بہت سی زمین سیکونت کیلئے بھی عطا کی۔ اسکے علاوہ ان کو پرگنہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ اور نرخ بازار کی شخص عیدین کی خطبہ خوانی۔ اور مزارات ائمہ جو سوا د پانی پت میں واقع ہیں۔ انکی تولیت بھی انہی سے متعلق کر دی۔ پانی پت میں ایک محلہ انصار پوٹنجا جو مشہور ہے۔ وہ اونہی بزرگ کی اولاد سے منسوب ہے مولانا حالی باپ کی طرف سے اسی شاخ انصار سے علاقہ رکھتے ہیں۔ مگر ماں کی طرف سے وہ سادات کے ایک معزز گھرانے کی طرف منسوب ہیں۔

کی ولادت
نما عصا
نشاہ
ارہا ہے
میں سوا
نفاہ ہے
برہا ہے
سناہ ہے
خدا ہے
اہے
برضاہ
میں مزار
ظاہ ہے

تعلیم

ان کی تعلیم اور تربیت باقاعدہ نہیں ہوئی۔ اسکی وجہ یہی کہ ملاؤ کے بعد ہی انکی والدہ کا دماغ مختل ہو گیا تھا۔ اور جبہ نوسال کی عمر میں تھے۔ تو ان کے والد ہی اس دنیا سے رحلت کر گئے تھے۔ انہوں نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنا سرپرست بھائی بہنوں کے سوا کسی کو نہیں پایا اور انہیں قرآن مجید حفظ کرایا گیا۔ پھر انہوں نے سید جعفر علی مرحوم سے فارسی کی دوچاند ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ یہ بزرگ میرمنون دہلوی کے داماد اور بھتیجے تھے۔ اور اسوقت پانی پت میں رشتہ داری کے سبب مقیم تھے۔ اور فارسی زبان اور تاریخ و طب میں ان کو اعلیٰ درجہ کی مہارت تھی۔ جب فارسی سے فی الجملہ مناسبت پیدا ہو گئی تو ان کو عربی سیکھنے کا شوق ہوا۔ چنانچہ انہوں نے مولوی حاجی ابراہیم حسین انصاری سے جو شیعوں میں ایک جید عالم تھے۔ عربی زبان کی صرف و نحو پڑھنی شروع کی ابھی کتابیں تمام نہیں ہوئی تھیں کہ انکے سرپرستوں اور مربیوں نے انکو شادی کرنے پر مجبور کیا۔ اسوقت انکی عمر سترہ سال کی تھی شادی ہو جانیکے بعد انکو سب سے اہمیت پر آمادہ کیا کہ وہ ملازمت تلاش کریں مگر تعلیم کا شوق غالب تھا اور بیوی کا میکا آسودہ حال تھا اس لئے وہ گھر والوں سے ردپوش ہو کر دینی میں جا بیٹھے یہاں ڈیڑھ برس تک انہوں نے صرف و نحو اور منطق کی کتابیں مولوی نوازش علی مرحوم سے پڑھیں۔ جو ایک مشہور واعظ اور مدرس تھے۔ اس زمانہ میں قدیم دہلی کالج خوب رونق پر تھا۔ مگر چونکہ مولانا کی زندگی ایسے لوگوں کی سوسائٹی میں بسر ہوئی تھی جو علوم کو عربی اور فارسی میں منحصر سمجھتے تھے۔ اور انگریزی کو صرف نوکری کا

فرایع خیال کرتے تھے۔ اسلئے انکو اس تمام عرصہ میں کہی اسبات کا خیال بھی نہیں
ہوا کہ کالج کو جا کر دیکھیں یا اس میں تعلیم پائیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان کو انگریزی
میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔

ابھی وہلی میں انکو تحصیل علم سے فراغت نہیں ہوئی تھی کہ ان کے عزیز واقارب نے
انکو وطن میں والیس بلا پر مجبور کیا۔ یہ ذکر ۱۵۵۷ء کا ہے۔ وطن میں آکر وہ برس ڈیڑھ
برس تک بطور خود کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے۔ دوران قیام وہلی میں ایک عربی
رسالہ اپنے تصنیف کیا۔ جو ایک منطقی مسئلہ میں مولوی صدیق حسن خان صاحب
بہادر (جو ابعد زو اب بھوپال تھے) کی تائید میں تھا۔ ان کے استاد نے پڑھ کر بہت ناراض
کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ اسکو چاک کر دیا۔ مولانا کو قدرتی طور پر رنج ہوا۔ لیکن استاد
نے جو مشہور مقلد عالم تھے اور حسین بخش کے مدرس میں پڑاتے تھے۔ کہا کہ رسالہ
نہایت لیاقت سے لکھا گیا تھا۔ مگر ایک وہابی (غیر مقلد) کی تائید تھی۔ اسلئے چاک
کر دیا گیا۔ مولانا کے اعتدال و انصاف پسندی کی یہ سبک پہلی مثال ہے۔

غدر ۱۵۵۷ء کے بعد ان کے چار سال اور بیکاری میں گزرے۔ اس زمانہ میں انہوں نے
پانی پت کے مشہور فضلاء مولوی عبدالرحمن۔ مولوی محبوب الدہ۔ و مولوی قلندر علی
سے بغیر کسی ترتیب و انتظام کے کبھی منطق اور فلسفہ کی کتابیں پڑھیں کبھی تفسیر
اور حدیث کا درس لیا۔ اور اگر ان صاحبوں میں سے کوئی پانی پت میں نہ ہوتا تھا۔
تو وہ بغیر ٹیچی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے۔ خاص کر علم ادب کی کتابیں شروع اور
لغات کی مدد سے اکثر دیکھا کرتے تھے۔

ملازمت

افضاریوں میں سے بہت سے لوگوں نے اول اول سلطنت
مغلیہ کے عہد میں پھر شاہ اودہ کی سرکار میں نہایت درجہ
کا امتیاز حاصل کیا تھا۔ مگر زیادہ تر یہ لوگ اسی ملک اور مدد معاش پر قائم رہے
جو سلاطین اسلام کی طرف سے وقتاً فوقتاً عطا ہوتی رہی۔ جہاں تک معلوم ہے مولانا
کے آباؤ اجداد نے ظاہر کوئی ملازمت دہلی یا لکھنؤ میں اختیار نہیں کی سب سے
پہلے ان کے والد ماجد نے سرکار انگریزی کی نوکری سرشتہ پرست میں اختیار
کی تھی۔ خود مولانا کو ملازمت حاصل کرنے کا اتفاق اس طرح ہوا کہ ۱۸۵۶ء
میں ضلع حصار میں انکو ایک قلیل تنخواہ کی اسامی صاحب گلشن کے دفتر میں ملگئی
تھی مگر ۱۸۵۷ء میں جب غدر کا ہنگامہ ہندوستان میں برپا ہوا۔ حصار میں
بھی بعض سخت واقعات ظہور میں آئے۔ تو وہ نوکری چھوڑ کر پانی پت میں چلائے۔
اس کے بعد وہ مدت تک بیکار رہے۔ کچھ مدت کو بعد پنجاب گورنمنٹ ٹک ٹپلو
میں انکو ایک اسامی ملگئی۔ اس عہدہ پر جو کام انکو انجام دینا ہوتا تھا۔ وہ یہ
تھا۔ کہ جو ترجمے انگریزی سے اردو میں ہوتے تھے۔ ان کی عبارت کو وہ محاورہ
اور روزمرہ کے موافق درست کر دیا کرتے تھے۔ اس اسامی پر وہ چار برس تک
رہے اور اپنے فرائض منصبی کو نہایت عمدگی اور خوبی سے انجام دیتے رہے۔ اسکو
بعد وہ لاہور سے اینگلو عربک سکول کی مدرسہ پر پیل کر آئے۔ اور ۱۸۹۰ء تک
مدرسہ کرتے رہے۔

انٹار مدرسہ میں وہ لاہور کے چیف کالج میں بھی آٹھ مہینے تک تالیق ہو کر

آئے تھے۔ مگر چونکہ یہ اسامی اُن کے مذاق کے موافق نہ تھی۔ اس لئے واپس اپنی جگہ پر آگئے۔ *

۵۳۔ اصر میں جبکہ وہ اینگلو عربک سکول کی مدرسے پر تھے جس اتفاق سے نواب سر آسمان جاہ بہادر مدار المہام حیدر آباد دکن علیگڑھ کالج کے ملاحظہ کے لئے تشریف لائے۔ اور سید احمد خان مرحوم کی کوٹھی میں وظیفہ متور کر دیا۔ اسی وقت انہوں نے اینگلو عربک سکول کی مدرسے سے قطع تعلق کر لیا۔ اور یہ وظیفہ اب تک انکو ماہ بماء ملتا رہا۔ *

شاعری جس زمانہ میں مولانا دہلی میں تحصیل علم کیلئے مقیم تھے۔ انکو اکثر مرزا غلام مرحوم کے پاس جانے کا اتفاق ہوتا تھا اور انکے اردو فارسی دیوان کے جواشعار سمجھتے نہ آتے تھے۔ اسلئے معنی اُن کی پوچھا کرتے تھے۔ اپنے فارسی دیوان میں چند قصیدے بھی انہوں نے پڑھائے تھے۔ اسی زمانہ میں مولانا کو شعر و شاعری کا شوق ہوا۔ انہوں نے اردو یا فارسی کی دو ایک غزلیں لکھ کر مرزا کو دکھائیں۔ مرزا کی عادت تھی کہ وہ اپنے لفظ والوں کو اکثر فکر شعر سے منع کیا کرتے تھے۔ مگر مولانا کے اشعار دیکھ کر انہوں نے کہا کہ میں اگرچہ کسی کو شعر کہنے کی صلاح نہیں دیا کرتا۔ مگر تمہاری نسبت میرا خیال ہو کہ اگر تم شعور نہ کہو گے تو اپنی طبیعت پر بخت ظلم کرو گے۔ باوجود اس کے اُس زمانہ میں مولانا کو دہلی میں ایک دو غزل سے زیادہ شعر لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ *

غدر کے بعد جب کئی برس پانی پت میں بیکاری میں گذر گئے اور فکر معاش نے

سلطنت
نیت درج

پر قائم رہی

ہے مولانا

اسب سے

اختیار

۱۸۵۶ء

تر میں لگئی

صا میں

یہ چلائے

باب ڈپلو

۱۸۵۶ء

وہ محاورہ

س تک

ہے سکر

بھٹک

ت ہو کر

انہیں وطن ہی باہر جانے پر مجبور کیا۔ تو حسن اتفاق سے نواب مصطفیٰ خان مرحوم میں
دہلی و تعلقہ دار جہانگیر آیا و ضلع بلند شہر سے انکی شناسائی ہو گئی۔ اور انکی مصاحبت
میں رہنے کا موقع مل گیا۔ نواب مرحوم شاعری کا اعلیٰ درجہ کا مذاق رکھتے تھے۔ اور اسی
میں حسرتی اور اردو میں شیعہ تخلص کرتے تھے۔ وہ اول درجہ کے شاعر تھے اور انکا مذاق
شاعری اس سے کہیں زیادہ تہا انہوں نے اول اپنا کلام مومن خان کو پھر مرزا غالب
کو دکھایا تھا۔ اور ان سے مشورہ سن کر لے رہے تھے۔

مولانا حبیب اذکی پاس پہنچے۔ تو انکا پرانا شعر و سخن کا شوق جو ایک مدت سے فسد
ہو رہا تھا تازہ ہو گیا اور انکی صحبت میں مولانا کا طبعی میلان بھی چمک اٹھا جسکو تک
بروئے کار آنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس زمانہ میں مولانا نے متعدد غزلیں اردو فارسی
میں لکھیں۔ اور ہر طرح نواب مرحوم کیلئے اپنا کلام جہانگیر آباد سے مرزا غالب کے پاس
بھیجتے تھے۔ اور یہ سب نواب نے ہی اپنی غزلیں اصلاح کیلئے مرزا کی خدمت میں بھیجیں۔
مرزا کی اصلاح نے مولانا کی طبیعت پر ایسا نمایاں اثر نہیں کیا جیسا کہ انہوں نے نواب
مرحوم کی صحبت سے فائدہ حاصل کیا۔ نواب مرحوم مبالغہ کو ناپسند کرتے تھے۔ حقائق و
واقعات بیان میں لطف پیدا کرنے اور سچی بات کو محض حسن بیان و لہریں بنانے کو
منتہائے کمال شاعری سمجھتے تھے۔ چھپوڑے اور بازاری الفاظ و محاورات اور علمیانہ
خیالات سے شیعہ اور غالب دونوں کو یکساں نفرت تھی۔ غرض کہ مولانا کی شاعری
نے نواب مرحوم کے دامن تربیت میں پرورش پائی اور انکی صحبت میں رکھ کر ایک خاص
مذاق انکی طبیعت میں پیدا ہو گیا جس پر انہوں نے اگر چلکر جدید شاعری کی بنیاد ڈالی۔

پنجاب گو نمنٹ بک ڈپو کے ملازم کے زمانہ میں جبکہ انکو انگریزی سے اردو میں ترجمہ کی ہوئی کتابوں کو درست کرنا پڑتا تھا۔ رفتہ رفتہ انکو انگریزی خیالات اور انگریزی طرزِ ادا سے مناسبت پیدا ہو گئی۔ اور مشرقی افشاء کی فضول حصول کی وقعت اُن کے دل میں کم ہوتی گئی۔ ۴

۱۸۷۷ء میں کرنل ہارلڈ ڈائرکٹر صیغہ تعلیمات پنجاب کے ایراء سے لاہور میں ایک نئی قسم کے مشاعرے کی بنیاد ڈالی گئی۔ جو اپنی نوعیت کو لحاظ سے ہندوستان میں پہلا مشاعرہ تھا۔ اور جس میں بجائے مصرع طبع کے کسی مضمون کا عنوان شاعر کو دیا جاتا تھا کہ اس مضمون پر اپنے خیالات جس طرح چاہیں نظم میں ظاہر کریں۔

اس مشاعرے میں مولوی محمد حسین آزاد نے جو نظمیں مختلف مضامین پر لکھی ہیں۔ آج تک شہور میں مولانا حالی نے بھی چھ مثنویاں لکھ کر اس مشاعرے میں پڑھی تھیں۔ جنکے نام یہ ہیں۔ (۱) برکھارت (۲) نشاۃِ امید (۳) مناظرہ رحم و انصاف۔

(۴) حب وطن۔ مثنویاں بہت زیادہ مقبول ہوئیں۔ اور بار بار چھپکر شائع ہوئی ہیں۔ اینگلو عربک سکول کی مدرسے کے زمانہ میں بھی کئی نظمیں مولانا نے اسی طرز کی لکھیں۔ جسکی تحریک لاہور کے مشاعرے میں ہوئی تھی۔ اسی زمانہ میں سر سید مرحوم نے انکو ترغیب دلائی کہ مسلمانوں کی موجودہ پستی و تنزل کی حالت اگر نظم میں بیان کیا جائے تو بہت مفید ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے اول مدرسہ مد و جزر اسلام لکھا۔ جو مدرسہ حالی کے نام سے اچھے زیر مطالعہ ہے۔ اور جو عام و خاص لوگوں میں سچے مقبول ہوا ہے۔ اور جس کے اشعار ہر شخص کی زبان پر ہیں۔ اور جو ہر قومی مجلس

میں پڑھا جاتا ہے۔ اسکے بعد انہوں نے مسلمانوں کی حالت پر اور کئی نظمیں لکھیں جو بار بار چھپکر شائع ہوئیں۔ +

۱۹۳ء میں انہوں نے اپنا اردو دیوان چھپو کر شائع کیا جس میں انکی جدید اور قدیم اردو نظمیں شامل ہیں دیوان کے شائع ہونے کے بعد ہی انہوں نے متعدد نظمیں لکھی اور شائع کی ہیں جن میں سب سے اخیر وہ اردو نظم ہے جو انہوں نے ملکہ معظمہ قیسرہ ہند کی وفات پر لکھی ہے۔ علاوہ اردو کے انہوں نے فارسی میں

بھی بہت سی نظمیں لکھی ہیں جن میں سب سے اخیر وہ نظم ہے جو انہوں نے سر سید رحمہ کی وفات پر ۱۹۹ء میں لکھی تھی۔ اسی طرح انکا عربی کلام بھی کس قدر موجود ہے مگر فارسی اور عربی کی نظم و نثر کا مجموعہ ان کی زندگی میں شائع نہیں ہوا ہے۔

سب سے پہلے مولانا نے ایک کتاب ۱۸۶۷ء میں تریاق مسموم

تصانیف

لکھی جیسے پادری عماد الدین کی کتاب ہدایت المسیین کا جو آ نہایت شان و مہمانت سے دیا گیا تھا یہ کتاب مذہبی مناظرہ کی دنیا میں بہت مقبول ہوئی تھی۔ مگر اب اسکا کوئی نسخہ دیکھنے میں نہیں آتا۔ +

مولانا کا ایک رسالہ پادری عماد الدین کی تیاری پر منصفانہ رائے اس تین چار یوم کی تصنیف ہو گا جیسے پادریوں کی اوفلسفی اور غیر متعصب یورپین کی آراء کا مقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق نہایت خوبی سے کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ بھی نایاب ہے۔ +

مابعد کی تصانیف جنہوں نے ہندوستان بلکہ ایشیا میں ادب اور اعلیٰ

اور پاک طرز تحریر کے لحاظ سے انقلاب عظیم پیدا کیا۔ مشہور انام ہیں۔ اور مولانا ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ انکی زندگی میں انکی تصانیف کے تراجم مختلف زبانوں میں کئے گئے جن ہر ملک کی مختلف اقوام بہرہ مند و مستفید ہوئیں۔

لاہور میں انہوں نے ایک عربی کتاب کا جو طبقات الارض پر تھی عربی سے اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ کتاب اصل میں ایک فرخ عالم کی تصنیف تھی۔ مصر کے ایک فاضل نے اسکا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ مولانا نے اس ترجمہ کا کاپی رائٹ بغیر کسی معاوضہ کے پنجاب یونیورسٹی کے حوالہ کر دیا تھا۔ اور ڈاکٹر لائسنس رجسٹر ان پنجاب یونیورسٹی نے اسی زمانے میں یونیورسٹی کی طرف سے چھپوا کر شائع کیا تھا۔ لاہوری میں ایک کتاب انہوں نے عورتوں کے تعلیم کے لئے قصے کے پیرا میں لکھی تھی۔ اس کتاب پر کرنل ہارلڈ ڈاکٹر سر رشتہ تعلیم بنی بے بمقام دہلی ایک پبکیشنل دربار میں لارڈ نار تھ بروک کے ہاتھ سے چار سو روپیہ کا انعام دلوا دیا تھا۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ اور ایک مدت تک اودھ اور پنجاب کے مدارس نسوان میں جاری رہی اور شاید اب بھی کہیں جاری ہو۔

مثنوی کلمۃ الحق میں مسدس حالی و عیسٰی اور سوانح عمری حکیم ناصر خسرو غلامی بلخی قریباً ۸۲۰ میں لکھی جو اعلیٰ درجہ کی فارسی سوانحی ہے جس کے ساتھ حکیم موصوف کا سفر نامہ بھی ہے۔

حیات سعدی اندازاً ۸۸۰ میں شائع ہوئی جس میں شیخ کے نظم و شعر پر نہایت عمدگی اور خوبی سے ردیو کیا ہے۔ اور جسکے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

۱۸۹۳ء میں جب انہوں نے دیوان مرتب کیا۔ تو اس کے ساتھ سواد و مصحف کا ایک نہایت بسیط مقدمہ شعر و شاعری کی حقیقت اور اس کے حسن و قبح پر لکھ کر شامل کیا یہ مقدمہ اردو زبان میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل جدید ہے۔ اور اس سے مولانا کا اعلیٰ درجہ کی دماغی قابلیت اور مذاق شاعری کا نہایت عمدگی کے ساتھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسکے بعد انہوں نے ایک کتاب یادگار غالب کے نام سے لکھی۔ اس میں انہوں نے مرزا غالب مرحوم کے حالات زندگی تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں اور کچھ شاعری پر ریویو بھی کیا ہے۔ +

”حیات جاوید“ تقریباً ایک ہزار صفحہ کی سیرید محمد خان حسنا مرحوم کی نہایت علم و ادب کی سطح عمری جو جس کے پڑھنے والے تربیات اور مطالب جو مسلمانوں کی تمدنی و مذہبی اخلاقی اور تعلیمی معاملات سے متعلق ہیں حل ہوتے ہیں نہایت نچتہ اور عالی ہر ”مجموعہ نظم حالی“ مولانا حالی کی متفرق نظموں کا مجموعہ چھپوایا گیا تھا جسکی تعداد و شاید اب بڑھ چکی ہے۔ ”مضامین حالی“ مولوی سید وجہ الدین صاحب سلیم نے مولانا کے نشر مضامین اخباروں اور تہذیب الاخلاق سے لیکر ۱۹۰۷ء کے قریب تین چار سو صفحات پر چھپوایے تھے۔ اب غالباً انہیں ملتوہ ”مجموعہ نظم فارسی“ (ضمیمہ کلیات اردو) کے متعلق آخر عمر میں مولانا کی خواہش تھی کہ مرتب کر کے چھپوائیں انیسویں ہے کہ بیماری کا کام مکمل ہونے دیا لیکن اس قدر کامیابی ہوئی کہ زبان بند ہونے کے چند روز قبل ہی مولانا کا فارسی اور عربی مجموعہ پریس میں جا چکا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا درجہ عربی ادب میں کس قدر بلند تھا۔ اور فارسی میں مولانا کی بعض غزلیں نشاط اور

نظری

خصوص

اشکال

طریقہ

حالی

آزاد

طریقہ

حالی

ہے۔ جو

کلام

خصوص

ارکاشا

اورصلہ

علیہ

پورے

اخلا

نظیری سے ٹکراتی ہیں۔ یہ کلام کم ہے مگر جس قدر ہر نہایت نچتر ہے۔ ۴

مولانا حالی کی شری خصوصیت یہ ہے کہ معنی اور

خصوصیات کلام

الفاظ بالکل برابر رہیں۔ کلام میں کہیں اہمال یا

اشکال نہیں۔ لفظ البتہ بعض جگہ مشکل ہیں تنقید اور رائے کیلئے اس سے بہتر

طریقہ ادا اس زمانہ میں نہیں ہو سکتا۔ سلاست کلام میں سرسید کا درجہ مولانا

حالی مرحوم سے بہت زیادہ ہے۔ یا محاورہ اور دلچسپ عبارت لکھتے ہیں پرفیسر

آزاد قیننی بالاپس۔ مگر جو فلسفی عمق حالی میں ہے۔ آزاد میں اسکا پتہ نہیں۔ اور

لٹریچر کے جن رموز پر حالی بنے ہیں سرسید مرحوم وہاں تک نہیں پہنچ سکے مولانا

حالی کے مضامین کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا دل ایک ایسا شفاف اور پاک

ہے۔ جو نہایت صفائی سے برہا ہے۔ جمیں کدورت وغیرہ بالکل نہیں ہے۔ اور جن کے

کلام سے ہر قسم ادبی اور اخلاقی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ مگر کسی قسم کی خرابی پیدا نہیں

مولانا کی نظم کے متعلق رائے دینا ایک مختصر مضمون میں ممکن

خصوصیات نظم

نہیں۔ اور وہ رائے مبلغے سے خالی نہیں سمجھی جائے گی۔

انکا شمار دراصل جس طبقہ میں ہے۔ وہ شاعر و کاتب بہت بالا ہے۔ یعنی حکماء و معلمین و

اور مصلحین اقوام میں۔ صرف ایک شاعر سے انکو مثال دے سکتے ہیں یعنی سعدی

علیہ الرحمۃ سے۔ جب حالی کا کل کلام درسیات میں پڑھا جائے لگیکتا تب اس

پورے نوائے معلوم ہونگے۔ ۵

بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے۔ اور جو لوگ مولانا سے

اخلاق و عادات

ساختہ سواد و

ن وقیح پر لکھنا

اور اس سے

کی کے ساتھ

نام سے لکھی

اور لکھی شاعری

کی نہایت

نکلی تملی

نہایت نچتر

بیا گیا تھا

صاحب

قلم کے قریب

(ضمیمہ کلیات)

سے ہر کچھ

چند روز قبل

و تلبہ کے

برنشاط اور

واقف ہیں۔ وہ اسکی پوری تائید کرینگے کہ مولانا یونانی خیالات کی رو سے ایک معتدل اور متوسط کامل انسان اور صوفیہ خیالات کی رو سے ایک صاحب باطن ولی تھے کہہ کسی کی برائی اور کسی کی زبان سے نہیں سنی گئی۔ شہر عیب کی نرم تاویل کرنا پسند فرماتے تھے، عزیزوں کی بی محبت رکھتے تھے، غریب امداد کیلئے ہمیشہ تیار رہتے تھے کسی مذہب کے قائل سے سچ اور عمدہ بات سنتے اسکی قدر و تعریف کرتے تھے۔ مذہباً نہایت بے تعصب تھے۔ انکے والدین اگر شیعہ تھے لیکن مولانا صوفی منش سنی تھے۔ مسلمانوں کے مذہبی اختلاف اور وہ نہایت مکروہ سمجھتے تھے۔ اور طریقہ نماز کے علاوہ اور سیلح کے اختلاف کو وہ پسند نہ کرتے تھے۔ اولاد اور خاندان میں دونوں طریقوں کے لوگ موجود ہیں۔ انکے پاس بیٹھنے اور باتیں کرنے سے نہایت بد باطن شخص بھی فیض پاتے تھے۔ مرحوم کا انتقال قرآن شریف اور اوعیہ سنتے سنتے ۳۱۔ دسمبر ۱۹۱۷ء کی درمیانی شب کو بل ۱۲ بجے کے قریب ہوا جس نے ایک روشن ستارہ ہماری آنکھوں سے اوجھل کر دیا۔ اَنَا لِلّٰهِ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

منانخشے بہت سی خوبیاں تھیں منوالوس رکشتہ

